فقہ الحدیث حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

۲۵۰) وعنه مرسلاً قال :سئل رسول اللّٰه ﷺ عن رجلين كانا في بني إسرائيل :أحدهما كان عالمًا يصلّي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير والآخر يصوم النهار و يقوم الليل، أيّهما أفضل ؟ قال رسول اللّٰه ﷺ : ((فضل هذا العالم الذي يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذي يصوم النهار ويقوم الليل كفضلي علىٰ أدناكم . رواه الدارمي .

اور انھی (حسن بصری رحمہ اللہ) سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا: ان میں سے ایک عالم تھا، فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا، پھر لوگوں کو خیر سکھاتا تھا، اور دوسرا (مسلسل) دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا تھا۔ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا، پھر لوگوں کو خیر سکھاتا تھا، اس کو اس عابد پر جو دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتا تھا، اس طرح فضیلت ہے جس طرح مجھے تم سب پر فضیلت حاصل ہے۔

اُسے دارمی (۱/۹۸ ح ۳۴۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: یہ روایت مرسل ہے اور مرسل ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ اصولِ حدیث میں مقرر ہے۔

۲: امام اوزاعی کی حسن بصری سے ملاقات اور سماع میں نظر ہے۔

بعض علماء حسن بصری کی مراسیل کو صحیح سمجھتے تھے، لیکن یہ قول مرجوح ہے اور صحیح یہ ہے کہ تابعین کی مراسیل حجت نہیں بلکہ ضعیف کی قسم سے ہیں، چاہے حسن بصری کی مراسیل ہوں یا سعید بن المسیب رحمہما اللہ کی۔

نیز دیکھئے الحدیث:۶۹ص۱۴،اور معرفۃ السنن والآثار (۸۷/۳)

تنبیہ: حدیث سابق (۲۱۳) اس ضعیف روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ والحمدللہ

۲۵۱) وعن علي رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ :((نِعم الرجل الفقيه في الدين إن احتيج إليه نفع و إن استغني عنه أغنى نفسه .)) رواه رزين

اور (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین میں فقیہ اچھا آدمی ہے، اگر اس کی ضرورت ہوتو نفع دیتا ہے اور اگر ضرورت نہ ہوتو وہ اپنے آپ کو بے نیاز رکھتا ہے۔ اسے رزین (؟) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: موضوع ہے۔

رزین کی سند نہیں ملی اور نہ اُن کی کتاب کا کہیں نام ونشان ملا ہے، یعنی وہ ہمارے علم کے مطابق مفقود کتابوں میں سے ہے۔

تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۰۳/۴۸) میں اس روایت کی سند موجود ہے، جس میں عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی راوی سخت مجروح اور متروک الحدیث ہے۔ حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ اپنے آباء واجداد سے موضوع چیزیں روایت کرتا تھا۔

(کتاب المجروحین ۱۲۲/۲، دوسرا نسخہ ۱۰۳/۲)

یہ روایت بھی اس نے اپنے آباء واجداد سے ہی بیان کی ہے۔

ابن عساکر سے عیسیٰ بن عبداللہ تک سند بھی ثابت نہیں بلکہ باطل ہے۔

وعظ ونصیحت اور دعوت وتبلیغ کے بارے میں سنہری ہدایات

۲۵۲) وعن عكرمة أن ابن عباس قال :حدّث الناس كل جمعة مرة فإن أبيت فمرتين فإن أكثرت فثلاث مرات ولا تمل الناس هذا القرآن ولا ألفينك تأتي القوم وهم في حديثٍ من حديثهم فتقص عليهم فتقطع عليهم حديثهم فتملهم ولكن أنصت فإذا أمروك فحدّثهم وهم يشتهونه وانظر

السجع من الدعاء فاجتنبه فإني عهدت رسول اللّٰه ﷺ و أصحابه لا یفعلون ذلك . رواه البخاري .

اور عکرمہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: لوگوں کو ہر جمعے (یعنی ہر ہفتے) میں ایک دفعہ حدیث بیان کیا کر اور اگر تو اسے نہیں مانتا تو دو دفعہ بیان کر اور اگر تو بہت زیادہ کرنا چاہتا ہے تو تین دفعہ بیان کر اور لوگوں کو اس قرآن سے اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرنا، اور میں تجھے اس حال میں نہ پاؤں کہ تم کسی قوم کے پاس جاؤ اور وہ اپنی باتوں میں لگے ہوئے ہوں پھر تم انھیں وعظ سنانا شروع کردو، تاکہ ان کی باتیں ختم ہو جائیں، پھر وہ اُکتا جائیں، لیکن خاموش رہ، پھر اگر وہ تجھے حکم دیں تو اس حال میں انھیں حدیثیں سناؤ کہ وہ اس کا شوق رکھتے ہوں۔ دعا میں مسجع مقفیٰ (یعنی شاعرانہ) الفاظ سے بچو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو پایا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔
اسے بخاری (۶۳۳۷) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث: اس صحیح حدیث سے مستنبط شدہ چند تفقہات درج ذیل ہیں:

۱: اگر صحیح العقیدہ اور متقی لوگ تنگ ہوتے ہوں تو روزانہ وعظ نہیں کرنا چاہئے۔

۲: موقع محل کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور جب لوہا گرم ہو تو اس پر کاری ضرب لگانی چاہئے۔

۳: دیوبندی تبلیغی جماعت کے غلط عقائد کے ساتھ ساتھ اُن کے مروجہ عمل میں بھی نظر ہے۔

۴: اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے انتہائی عاجزی وانکساری کا اظہار ہونا چاہئے اور ہر قسم کے تصنع اور تکلف سے اجتناب ضروری ہے۔

۵: اہلِ علم کو چاہئے کہ وہ لوگوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔

۶: علماء کو چاہئے کہ اپنے شاگردوں کی تربیت کا ہمیشہ بہت خیال رکھیں تاکہ وہ اُن کے حلقۂ درس سے ہیرے اور علم وعمل کے مینار بن کر نکلیں۔

۷: اگر کوئی شخص ٹیپ ریکارڈر پر تلاوت سن رہا ہے اور اب کسی ضرورت کی وجہ سے ٹیپ بند کرنا چاہتا ہے تو جب آیتِ کریمہ مکمل ختم ہو جائے تب ٹیپ بند کرے یعنی درمیان میں سے اسے کاٹ نہ دے۔

۸: عوام کو بھی چاہئے کہ جب انھیں کتاب وسنت کی دعوت دی جائے تو غور سے سنیں اور بغیر شرعی عذر کے بھاگنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ ان کے لئے اس دعوت میں دونوں جہانوں کی کامیابی اور خیر ہے۔

۹: مرجوح کے مقابلے میں راجح کو اختیار کرنا بہتر ہے۔

۱۰: جس طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی نصیحت میں حدیثِ رسول اور آثارِ سلف صالحین کا حوالہ دیا، اسی طرح اپنے بیان اور دعوت میں کتاب وسنت کے حوالوں اور آثارِ سلف صالحین پیش کرنے کا التزام کرنا چاہئے تاکہ عوام کے دلوں پر گہرا اثر ہو۔

محترم محمد زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ کے مضامین کی فہرست

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

کیا معراج والی رات مسجدِ اقصیٰ کا ایک دروازہ کھلا ہوا تھا؟

سوال ایک روایت میں آیا ہے کہ دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے قیصرِ روم (عیسائی بادشاہ) کے پاس بہ طورِ قاصد اپنے نامۂ مبارک کے ساتھ بھیجا، آپ (رضی اللہ عنہ) وہاں تشریف لے گئے تو ہرقل نے ملکِ شام میں عرب تاجروں کو جمع کیا، جن میں ابوسفیان بن حرب اور اُن کے ساتھی مشرکینِ مکہ بھی تھے پھر اُس (ہرقل) نے اُن سے بہت سے سوالات کئے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما میں مذکور ہیں۔

ابوسفیان (جو اُس وقت مسلمان نہیں تھے) کی اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ ہرقل کے سامنے نبی کریم ﷺ کی تحقیر و بے ادبی بیان کریں۔

اسی روایت میں ابوسفیان سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے آپ ﷺ کو بادشاہ کی نظروں سے گرانے کے لئے اس خوف سے کوئی جھوٹی بات نہیں کہی تا کہ مجھے جھوٹا قرار نہ دیا جائے اور میری تصدیق نہ کی جائے۔ اُس وقت میرے دل میں خیال آ گیا اور میں نے کہا: بادشاہ سلامت سنئے! میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے آپ جان لیں گے کہ انھوں نے غلط کہا ہے۔ سنئے! ایک دن انھوں نے یہ کہا کہ وہ اس رات مکہ سے چلے اور آپ کی اس مسجد (یعنی بیت المقدس) میں آئے اور پھر صبح سے پہلے واپس مکہ پہنچ گئے۔

میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کا لاٹ پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں اُس کے پاس عزت سے بیٹھا ہوا تھا فوراً بول اُٹھا: یہ بالکل سچ ہے، مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے (تعجب خیز نظر سے) اس کی طرف دیکھا اور پوچھا: تجھے کیسے معلوم ہوا؟ اُس نے کہا: میری یہ پکی عادت تھی کہ رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے خود بند کرتا تھا

اور اس رات جب میں نے دروازے بند کئے تو ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے بہت زور لگایا لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکتا بھی نہیں تھا، پھر میں نے اُسی وقت اپنے ماتحتوں کو آواز دی، وہ آئے اور ہم سب نے زور لگایا، لیکن ناکام رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں، جو اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت نہیں کرتا۔

میں نے کارپینٹر (بڑھئی) بلوائے تو انھوں نے دیکھ کر کہا: اس پر عمارت کا کچھ حصہ اور بڑا پتھر گر گیا ہے، ہم صبح تک اسے ہلا نہیں سکتے، لہٰذا صبح دیکھیں گے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ یہ دروازہ رات کو کھلا رہا پھر میں صبح سویرے اس دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو پتھریلی چٹان تھی اُس میں سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا تھا، اس کا اثر اور نشان موجود تھا۔ میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنے ساتھیوں سے کہا: آج کی رات ہماری مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی تھی اور انھوں نے اس میں ضرور نماز پڑھی ہے۔

یہ روایت تفسیر ابن کثیر (مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ج ۳ ص ۲۱۵۔ ۲۱۶) میں بحوالہ دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی مذکور ہے۔ کیا یہ روایت اُصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی رُو سے صحیح اور قابلِ حجت ہے؟ تحقیق کر کے جواب عطا فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً (ایک سائل)

الجواب یہ روایت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حافظ ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ کی کتاب دلائل النبوۃ سے نامکمل سند کے ساتھ نقل کی ہے۔

(دیکھئے تفسیر ابن کثیر مع تحقیق عبدالرزاق المہدی ج ۴ ص ۱۱۵)

لیکن ہمیں یہ روایت دلائل النبوۃ کے مطبوعہ نسخے یا دوسری کسی کتاب میں مکمل سند کے ساتھ نہیں ملی، لہٰذا حافظ ابن کثیر کی ذکر کردہ سند کی تحقیق درج ذیل ہے:

یہ روایت چار وجہ سے ضعیف (بلکہ سخت ضعیف) ہے:

۱: اس کا بنیادی راوی محمد بن عمر بن واقد الاسلمی جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ حافظ ہیثمی نے فرمایا: "**ضعفه الجمهور**" جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج۳ص۲۵۵)

مشہور صوفی حافظ ابن الملقن نے فرمایا: ''و قد ضعفه الجمهور و نسبه إلى الوضع : الرازي و النسائي ''اسے جمہور نے ضعیف کہا اور (ابوحاتم) الرازی اور نسائی نے وضاع (احادیث گھڑنے والا) قرار دیا۔ (البدر المنیر ج۵ص۳۲۴)

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''متروك الحديث ''وہ حدیث میں متروک ہے۔
(کتاب الضعفاء بتحقیقی: ۳۴۴)

امام بخاری نے مزید فرمایا: '' كذّبه أحمد ''احمد (بن حنبل) نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔
(الکامل لابن عدی ج٦ص۲۲۴۵، دوسرا نسخہ ج۷ص۴۸۱ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: '' كان الواقدي يقلّب الأحاديث ، يلقي حديث ابن أخي الزهري على معمر و نحو هذا . ''واقدی احادیث کو الٹ پلٹ کر دیتا تھا، وہ ابن اخی الزہری کی حدیث کو معمر کے ذمے ڈال دیتا تھا اور اسی طرح کی حرکتیں کرتا تھا۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے فرمایا: '' كما وصف (أحمد) و أشد لأنه عندي ممن يضع الحديث . ''جس طرح انھوں (احمد بن حنبل) نے فرمایا وہی بات بات بلکہ اُس سے سخت ہے کیونکہ وہ میرے نزدیک حدیث گھڑتا تھا۔
(کتاب الجرح والتعدیل ج۸ص۲۱ وسندہ صحیح)

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' كتب الواقدي كذب ''
واقدی کی کتابیں جھوٹ (کا پلندا) ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج۸ص۲۱ وسندہ صحیح)

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' و الكذابون المعروفون بوضع الحديث على رسول اللّٰه ﷺ أربعة : ابن أبي يحيى بالمدينة والواقدي ببغداد و مقاتل ابن سليمان بخراسان و محمد بن سعيد بالشام يعرف بالمصلوب ''
رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حدیثیں گھڑنے والے مشہور جھوٹے چار ہیں:

(ابراہیم بن محمد) بن ابی یحییٰ مدینے میں، واقدی (محمد بن عمر بن واقد الاسلمی) بغداد میں، مقاتل بن سلیمان خراسان میں اور محمد بن سعید شام میں جسے مصلوب کہا جاتا ہے۔

(آخر کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۳۱۰، دوسرا نسخہ ص ۲۶۵)

اس شدید جرح اور جمہور کی تضعیف کے مقابلے میں واقدی کے لئے بعض علماء کی توثیق مردود اور غلط ہے۔

تنبیہ (۱): سیر و مغازی ہو یا تاریخ و حدیث، جس سند میں بھی واقدی آ جائے وہ سخت ضعیف، مردود اور موضوع ہوتی ہے۔

تنبیہ (۲): جس راوی کی بعض نے توثیق کی ہو، لیکن جمہور نے جرح کی ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو تو اُس کی منفرد روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔

۲: اس روایت کا ایک راوی عمر بن عبداللہ مولیٰ غفرہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔
حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''ضعیف و کان کثیر الإرسال'' ضعیف ہے اور وہ کثرت سے مرسل روایتیں بیان کرتا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۴۹۳۴)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''عمر ضعیف'' (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۴۹۵ ح ۱۸۲۰)

۳: محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ تابعی تھے اور یہ روایت مرسل ہے، اگر ان تک یہ سند صحیح بھی ہوتی تو مرسل (یعنی منقطع) ہونے کی وجہ سے ضعیف تھی، کیونکہ انھوں نے (بشرطِ صحت) صحابی کا ذکر نہیں کیا اور راجح تحقیق میں مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے۔
دیکھئے مقدمہ صحیح مسلم (ص ۲۰ طبع دارالسلام) اور العلل الصغیر للترمذی (ص ۸۹۶۔ ۸۹۷ طبع دارالسلام مع سنن الترمذی)

۴: امام ابونعیم سے لے کر واقدی تک سند نامعلوم ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ اس میں کوئی مجروح یا مجہول راوی پوشیدہ ہو۔ واللہ اعلم

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ روایتِ مسئولہ و مذکورہ بلحاظِ سند سخت ضعیف و مردود ہے، لہٰذا جرح کے بغیر اسے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ و ما علینا إلا البلاغ (۲۶/ جون ۲۰۱۰ء)

تحریر: محمد ادریس ظفر تہذیب و اضافہ: حافظ زبیر علی زئی

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور تشہد میں اشارے سے سلام

تمیم بن طرفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں جیسا کہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ نماز میں سکون اختیار کرو! پھر آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ہم مختلف حلقوں میں بکھرے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں جدا جدا دیکھ رہا ہوں؟ پھر آپ دوبارہ تشریف لائے تو فرمایا: تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جیسا کہ فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں بناتے ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: وہ (فرشتے) پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

عبید اللہ بن القبطیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہتے، اور انھوں (سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ) نے دائیں اور بائیں طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہاتھوں سے کیا اشارہ کرتے ہو جیسا کہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ تم میں سے ہر آدمی کے لئے تو یہی کافی ہے کہ اپنی ران پر ہاتھ رکھے پھر دائیں اور بائیں طرف اپنے بھائی پر سلام کہہ دے۔

ابن القبطیہ رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یعنی آپ کے پیچھے) نماز پڑھی تو ہم سلام کے وقت اپنے ہاتھوں کے ساتھ السلام علیکم السلام علیکم کہتے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا تو فرمایا: تمھیں کیا ہوا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو جیسا کہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ جب تم میں سے کوئی شخص سلام پھیرے تو اپنے ساتھی کی طرف چہرہ کرے اور ہاتھ

سے اشارہ نہ کرے۔ (صحیح مسلم ج۱ص۱۸۱ح۴۳۰۔۴۳۱، ترقیم دارالسلام: ۹۶۸۔۹۷۱)

تمیم بن طرفہ کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ (سیدنا) جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:
نبی ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں جدا جدا دیکھ رہا ہوں؟ اور وہ (صحابہ) بیٹھے ہوئے تھے۔

(مسند احمد ج۵ص۹۳ح۲۰۸۷۴ وسندہ صحیح، الموسوعۃ الحدیثیہ ج۳۴ص۴۴۶)

ایک ہی صحابی سے دونوں شاگردوں (تمیم بن طرفہ اور عبیداللہ بن القبطیہ) کی روایت ایک ہی حدیث ہے اور اس سے ترکِ رفع یدین کا مسئلہ کشید کرنا کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

۱) زمانۂ تدوینِ حدیث میں محدثین کرام میں سے کسی ایک محدث نے بھی اس حدیث کو ترکِ رفع یدین کے استدلال میں نقل نہیں کیا اور ان کے مقابلے میں بعض فقہائے اہل الرائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۲) محدثین کرام نے اس حدیث کو تشہد کے وقت سلام کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً:

۱: امام شافعی رحمہ اللہ (کتاب الام ج۱ص۱۲۲) **باب السلام فی الصلوٰۃ**

۲: ابوداود رحمہ اللہ (سنن ابی داود قبل ح۹۹۸، ۹۹۹) **باب فی السلام**

۳: نسائی رحمہ اللہ (المجتبیٰ قبل ح۱۱۸۵) **باب السلام بالأیدي فی الصلوٰۃ**
(المجتبیٰ قبل ح۱۳۱۹) **باب موضع الیدین عند السلام**
(المجتبیٰ قبل ح۱۳۲۷) **باب السلام بالیدین**
(السنن الکبریٰ للنسائی ۱/۳۵۴ قبل ح۱۱۰۷) **السلام بالأیدي فی الصلوٰۃ**
(السنن الکبریٰ ۱/۳۹۴ قبل ح۱۲۴۹) **السلام بالیدین**

۴: ابن خزیمہ رحمہ اللہ (صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۶۱ قبل ح۷۳۳) **باب الزجر عن الإشارۃ بالید یمیناً و شمالاً عند السلام من الصلوٰۃ**

(صحیح ابن خزیمہ ۱۰۳/۳ قبل ح ۱۷۰۸) **باب نية المصلي بالسلام من عن يمينه إذا سلم عن يمينه و من عن شماله إذا سلم عن يساره .**

۵: عبدالرزاق رحمہ اللہ (مصنف عبدالرزاق ۲۲۰/۲ ۳۱۳۵) **باب التسليم**

۶: ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق رحمہ اللہ (مسند ابی عوانہ ۲۳۸/۲-۲۴۰ قبل ح ۱۶۲۶)

بيان الدليل على أن التسليمة الواحدة غير كافية في جماعة من تسليم التشهد حتى يسلّم تسليمتين ... إلخ

۷: بیہقی (السنن الکبریٰ ۱۸۱/۲)

باب كراهة الإيماء باليد عند التسليم من الصلاة .

۸: بغوی (شرح السنہ ۲۰۶/۳ قبل ح ۶۹۶) **باب التسليم فى الصلاة .**

۹: ابونعیم الاصبہانی (المسند المستخرج علیٰ صحیح الامام مسلم ۵۴/۲ ح ۹۶۲)

باب الكراهية أن يضرب الرجل بيديه عن يمينه و عن شماله فى الصلاة

۱۰: عبدالحق الاشبیلی (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ ۲۸۳/۲، مکتبہ شاملہ)

باب كيفية السلام من الصلاة و كم يسلّم ؟

ان کے علاوہ بعض حنفی حضرات نے بھی اس حدیث پر اسی قسم کے ابواب باندھے ہیں۔ مثلاً:

۱۱: طحاوی (شرح معانی الآثار ۲۶۸/۱-۲۶۹)

باب السلام فى الصلاة كيف هو ؟

۱۲: ابن فرقد شیبانی (کتاب الحجہ ج ۱ ص ۱۴۵، إن صح سند الكتاب إليه)

باب التشهد و السلام و الصلاة على النبي ﷺ

۳) محدثین کرام اور علمائے عظام نے صراحت کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق رفع یدین کے ساتھ نہیں بلکہ تشہد کے وقت سلام سے ہے۔ مثلاً:

۱: امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے فرمایا:

" فإنما کان ھذا فی التشھد لا فی القیام ، کان یسلّم بعضھم علٰی بعض فنھی النبي ﷺ عن رفع الأیدي فی التشھد و لا یحتج بھذا من لہ حظ من العلم ، ھذا معروف مشھور لا اختلاف فیہ . " یہ روایت تو صرف تشہد کے بارے میں ہے، قیام کے بارے میں نہیں ہے۔ بعض لوگ (نماز میں) دوسرے لوگوں کو (ہاتھوں کے اشارے سے) سلام کہتے تھے تو نبی ﷺ نے تشہد میں ہاتھ اُٹھانے سے منع فرما دیا۔ جس کے پاس علم کا تھوڑا سا حصہ بھی ہے، وہ اس روایت سے (ترکِ رفع یدین پر) حجت نہیں پکڑتا۔ یہ بات (تمام علمائے حدیث میں) مشہور ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۳۷ص ۶۱۔۶۲)

۲: اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حبان نے اپنی تبویب کے ذریعے سے فرمایا:

" ... بأن القوم إنما أمروا بالسّکون فی الصلٰوۃ عند الإشارۃ بالتسلیم دون رفع الیدین عند الرکوع " یہ کہ لوگوں کو تو نماز میں رکوع کے رفع یدین (سے منع) کے بجائے سلام کے اشارے کے وقت سکون کا حکم دیا گیا تھا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۵/۱۹۹ قبل ح ۱۸۷۷، دوسرا نسخہ ح ۱۸۸۰)

۳: حافظ ابن عبدالبر اندلسی (متوفی ۴۶۳ھ) نے فرمایا:

" و قد احتج بعض المتأخرین للکوفیین و من ذھب مذھبھم في رفع الیدین بما حدثنا ... و ھذا لاحجۃ فیہ لأن الذي نھاھم عنہ رسول اللّٰہ ﷺ غیر الذي کان یفعلہ لأنہ محال أن ینھاھم عما سن لھم و إنما رأی أقوامًا یعبثون بأیدیھم و یرفعونھا في غیر مواضع الرفع فنھا ھم عن ذلک ."

بعض متاخرین نے کوفیوں اور رفع یدین کے بارے میں ان کے ہم مذہب لوگوں کے لئے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جو ہمیں بیان کی ... (پھر انھوں نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بسندِ تمیم بن طرفہ ذکر کی اور فرمایا:) اور اس میں (ان کے لئے) کوئی حجت (دلیل) نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو انھیں اس فعل سے روکا ہے جو آپ خود نہیں

کرتے تھے، کیونکہ یہ محال ہے کہ آپ انھیں اس فعل سے منع کرتے جسے آپ نے اُن کے لئے خود جاری فرمایا تھا، اور آپ نے (بعض) لوگوں کو ہاتھوں کے ساتھ عبث (فضول) کام کرتے ہوئے دیکھا اور رفع یدین کے بغیر دوسرے مقامات پر ہاتھ اُٹھاتے دیکھا تو انھیں اس سے منع فرمادیا۔ (التمہید لمافی الموطأ من المعانی والاسانید ۲۲۱/۹)

۴: علامہ نووی نے کہا:

" و أما حديث جابر بن سمرة فاحتجاجهم به من أعجب الأشياء و أقبح أنواع الجهالة بالسنة لأن الحديث لم يرد في رفع الأيدي في الركوع و الرفع منه ولكنهم كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلاة و يشيرون بها إلى الجانبين يريدون بذلك السلام علٰى من عن الجانبين ، و هذا لا خلاف فيه بين أهل الحديث و من له أدنىٰ اختلاط بأهل الحديث "

اور مگر رہی جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث تو ان (لوگوں) کا اس سے حجت پکڑنا بہت عجیب چیزوں میں سے ہے اور سنت سے جہالت کی اقسام میں سے بدترین قسم ہے، کیونکہ یہ حدیث رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے بارے میں وارد (اور متعلق) نہیں لیکن وہ (ممانعت سے پہلے صحابہ) نماز میں حالتِ سلام کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے اور دونوں طرف ان کے ساتھ اشارے کرتے تھے، اس طرح سے وہ دونوں طرف اپنے قریبی ساتھیوں کو سلام کہنے کا ارادہ کرتے تھے اور اس میں محدثین اور جس کا اہلِ حدیث (محدثین) سے معمولی تعلق ہو، کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۰۳)

۵: ابن سید الناس الیعمری (متوفی ۷۳۴ھ) نے فرمایا:

" و أما حديث جابر بن سمرة فلا تعلق له برفع اليدين في التكبير و لكنه ذكر للرد علٰى قوم كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلوٰة و يشيرون بها إلى الجانبين مسلّمين علٰى من حولهم فنهوا عن ذلك ... "

اور رہی حدیث جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) تو اس کا تکبیر کے وقت رفع یدین سے کوئی تعلق نہیں

ہے، لیکن اسے ان لوگوں کے رد میں ذکر کیا گیا ہے جو نماز میں حالتِ سلام کے وقت اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے اور دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے تھے، لہٰذا انھیں اس سے منع کر دیا گیا۔ (العرف الشذی شرح جامع الترمذی ج۲ ص۳۹۸)

۶: حافظ ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا: " ... **من أقبح الجهالات لسنة سيدنا رسول ﷺ لأنه لم يرد في رفع الأيدي في الركوع والرفع منه وإنما كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلٰوة... وهٰذا لا (اختلاف) فيه بين أهل الحديث ومن له أدنى اختلاط بأهله** "

اس حدیث سے استدلال انتہائی بُری جہالت ہے جسے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ روا رکھا گیا ہے، کیونکہ یہ حدیث رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے بارے میں وارد نہیں ہوئی۔ وہ تو نماز کی حالتِ سلام میں ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے... اس میں اہلِ حدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور جس شخص کا حدیث کے ساتھ ذرہ برابر تعلق ہے وہ بھی تسلیم کرتا ہے (کہ اسے رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔) [البدر المنیر ج۳ ص۴۸۵]

۷: حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا:

" **ولا دليل فيه علٰى منع الرفع على الهيئة المخصوصة فى الموضع المخصوص وهو الركوع و الرفع منه ، لأنه مختصر من حديث طويل** "

مخصوص مقام پر مخصوص حالت میں رفع یدین یعنی رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی ممانعت کی اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ یہ طویل حدیث سے مختصر ہے۔

(التلخیص الحبیر ج۱ ص۲۲۱ تحت ح۳۲۸)

۸: علی بن ابی العز الحنفی (متوفی ۷۹۲ھ) نے فرمایا:

" **و ما استدل به من حديث جابر بن سمرة رضي اللّٰه عنه ... لا يقوي ... و أيضًا فلا نسلّم أن الأمر بالسكون فى الصلوة ينا فى الرفع عند الركوع و**

الرفع منه لأن الأمر بالسكون ليس المراد منه ترك الحركة فى الصلوة مطلقًا بل الحركة المنافية للصلاة بدليل شرع الحركة للركوع و السجود و رفع اليدين عند تكبيرة الافتتاح و تكبيرة القنوت و تكبيرات العيدين، فإن قيل :خرج ذلك بدليل ، قيل : و كذلك خرج الرفع عند الركوع والرفع منه بدليل فعلم أن المراد منه الإشارة بالسلام باليد والله أعلم "

اور (سیدنا) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو استدلال کیا گیا ہے ...قوی نہیں ہے...اور ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ نماز میں سکون کے حکم سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ سکون کے حکم سے نماز میں حرکت کا قطعاً ترک کر دینا مراد نہیں بلکہ نماز کے مخالف حرکت سے منع مراد ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ رکوع اور سجود کے لئے حرکت مشروع (بلکہ ضروری) ہے، تکبیر افتتاح، تکبیر قنوت اور تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین (کیا جاتا) ہے۔ پھر اگر کہا جائے کہ یہ چیزیں دلیل سے (اس حدیث کے مزعوم استدلال سے) خارج ہیں تو کہا جائے گا: اس طرح رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین اس (حدیث کے مزعوم استدلال) سے خارج ہے، پس معلوم ہو گیا کہ اس سے مراد سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ ہے۔ واللہ اعلم (التنبیہ علیٰ مشکلات الہدایہ ج۲ص۵۷۰-۵۷۱)

۹: ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) نے فرمایا:

" و قد احتج بعض أصحاب أبي حنيفة بهذا الحديث في منعهم رفع اليدين فى الركوع و عندالرفع منه و ليس لهم فيه حجة لأنه قد روي مفسرًا بعد حديثين " بعض اصحابِ ابی حنیفہ (یعنی بعض حنفیہ) نے اس حدیث کے ساتھ رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کی ممانعت کی دلیل پکڑی ہے اور اس میں اُن کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ ان دو حدیثوں کے بعد (صحیح مسلم میں) مفسر (یعنی تفصیل سے) مروی ہے۔

(المشكل من حديث الصحيحين لابن الجوزي ۲۹۵/۱ ح۴۲۹ ۵۲۲،المكتبة الشاملة)

۱۰: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنے کے بعد اس کی شرح میں فرمایا:'' و أحق الناس باتباع هذا : هم أهل الحديث . من ظن أن نهيه عن رفع الأيدي هو النهي عن رفعها إلیٰ منكبه حين الركوع و حين الرفع منه و حمله علیٰ ذلك فقد غلط ... ''
اور لوگوں میں اس (حدیث سے ثابت شدہ باتوں) کی اتباع کے سب سے زیادہ حقدار اہلِ حدیث (محدثین اور حدیث پر عمل کرنے والے یعنی محدثین کے عوام) ہیں۔ اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس (حدیث) میں ہاتھ اٹھانے کی ممانعت سے مراد رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ہے اور وہ اسے اس پر محمول کرتا ہے تو اس شخص نے غلطی کی ہے۔
(القواعد النورانیہ الفقہیہ لابن تیمیہ ج۱ ص ۴۷، مجموع فتاویٰ ج ۲۲ ص ۵۶۱، جلاء العینین لشیخنا ابی محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ، نقلہ عن القواعد النورانیہ ص ۴۸)

اس کے بعد ابن تیمیہ نے بتایا کہ سرکش گھوڑا تو دائیں اور بائیں طرف دُم ہلاتا ہے اور یہ ایسی حرکت ہوتی ہے جس میں سکون نہیں ہوتا۔ رہا رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کا مسئلہ تو اس کے مشروع (شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام میں ثابت) ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، لہٰذا اس حدیث سے وہ کیسے ممنوع ہوسکتا ہے؟
(مجموع فتاویٰ ج ۲۲ ص ۵۶۲)

☆ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) نے اس حدیث کی شرح میں کہا:'' كانوا يشيرون عند السلام من الصلاة بأيديهم يميناً و شمالاً و تشبيه أيديهم بأذناب الخيل الشمس تشبيه واقع ، فإنها تحرّك أذنابها يميناً و شمالاً . فلما رأهم علیٰ تلك الحالة أمرهم بالسكون فى الصلاة و هذا دليل على أبي حنيفة في أن حكم الصلاة باق على المصلي إلیٰ أن يسلّم ، و يلزم منه : أنه إن أحدث في تلك الحالة ـ أعني في حالة الجلوس الأخير للسلام ـ أعاد الصلاة '' وہ نماز میں سلام کے وقت اپنے ہاتھوں کے ساتھ دائیں اور

بائیں طرف اشارے کرتے تھے اوران کے ہاتھوں کو سرکش گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دینا حقیقت (یعنی صحیح) ہے، کیونکہ وہ (سرکش گھوڑے) اپنی دموں کو دائیں اور بائیں طرف حرکت دیتے ہیں، پس جب آپ نے انھیں اس حالت میں دیکھا تو نماز میں سکون کرنے کا حکم دیا اور یہ ابوحنیفہ کے خلاف دلیل ہے کہ نمازی پر سلام پھیر لینے تک نماز کا حکم باقی رہتا ہے، اوراس حدیث سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اگراس حالت یعنی سلام والے آخری تشہد میں وضوٹوٹ جائے تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ج۲ص۶۱ تحت ح ۳۴۰۔۳۴۱)

٤) بہت سے حنفی اور حنفیت کی طرف منسوب فرقوں کے علماء نے بھی اپنے قول یا فعل سے یہ صراحت کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق رکوع والے رفع یدین سے نہیں بلکہ تشہد کے وقت سلام سے ہے۔ مثلاً:

۱: علی بن علی بن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ کا قول فقرہ نمبر۳ کی شق نمبر ۸ کے تحت گزر چکا ہے۔

۲: ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندھی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں کہا: " **و بهذه الرواية تبين أن الحديث مسوق للنهى عن رفع الأيدي عند السلام اشارة إلى الجانبين ولا دلالة فيه على النهي عن الرفع عند الركوع و عند الرفع منه** " اوراس روایت سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث سلام کے وقت ہاتھ اُٹھا کر دونوں طرف اشارہ کرنے سے ممانعت کے بارے میں بیان کی گئی ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (حاشیۃ السندھی علی سنن النسائی ج۱ص۱۷۶، کتاب السھو)

ابوالحسن السندھی کی حنفیت کے لئے دیکھئے سنن نسائی (ترقیم عبدالفتاح ابی غدۃ الحنفی ج۱ص ح قبل ص۱)

۳: محمود حسن دیوبندی نے کہا:

''باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں۔ کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلام نماز میں اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپ نے منع فرمادیا۔'' (تقاریر شیخ الہند ترتیب عبدالحفیظ بلیاوی ص ۶۵)

اسی عبارت کا دوسرا حوالہ: الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی (جمع اصغر حسین دیوبندی ص ۶۳)

۴: اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''مسلم کی حدیث **مالی اراکم رافعی ایدیکم الخ** میں مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے رفع یدین حالت سلام میں مراد ہے اور یہ حنفیہ کو زیادہ مفید ہے کیونکہ حالت سلام میں من وجہ داخل اور من وجہ خارج ہے...'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶ ص ۳۹۷، الکلام الحسن ج ۲ ص ۷۶)

تنبیہ: اس کے بعد یعقوب نانوتوی کا جو فلسفہ مذکور ہے، وہ صحیح اور متواتر احادیث کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۵: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کے بارے میں کہا: ''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے، کیونکہ ابن القبطیہ کی روایت میں سلام کے وقت کی جو تصریح موجود ہے اس کی موجودگی میں ظاہر اور متبادر یہی ہے کہ حضرت جابرؓ کی یہ حدیث رفع عند السلام ہی سے متعلق ہے، اور دونوں حدیثوں کو الگ الگ قرار دینا جب کہ دونوں کا راوی بھی ایک ہے اور متن بھی قریب قریب ہے بُعد سے خالی نہیں، حقیقت یہی ہے کہ حدیث ایک ہی ہے، اور رفع عند السلام سے متعلق، ابن القبطیہ کا طریق مفصل ہے، اور دوسرا طریق مختصر و مجمل، لہٰذا دوسرے طریق کو پہلے طریق پر ہی محمول کرنا چاہئے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نوّر اللہ نے اس حدیث کو حنفیہ کے دلائل میں ذکر نہیں کیا''

(درس ترمذی، ترتیب رشید اشرف سیفی دیوبندی ج ۲ ص ۳۶۔۳۷)

شاہ صاحب سے مراد انور شاہ کشمیری دیوبندی ہیں اور عبارتِ مذکورہ میں اُن کی کتاب نیل الفرقدین کی طرف اشارہ ہے۔

۶: مغلطائی حنفی نے کہا:" **و أما استدلال بعض الحنفية بحديث جابر بن سمرة من عند مسلم : مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب شمس ، فليس بصحيح لأنهم إنما كان ذلك حالة السلام فيما ذكره البخاري وغيره** " اوررہا بعض حنفیہ کا، صحیح مسلم سے جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے استدلال: مجھے کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں جیسا کہ سرکش (گھوڑوں کی) دُمیں ہیں، تو (یہ) صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بات حالتِ سلام کے بارے میں ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی ج ا ص ۱۴۷۴[شاملہ] دوسرا نسخہ ۸۱/۲[شاملہ] تیسرا نسخہ ۲۹۸/۵، چوتھا نسخہ ۱۴۷۴/۵)

شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی کا تیسرا نسخہ میری معلومات کے مطابق ادارۃ العلوم الاثریہ (فیصل آباد) کے کتب خانے میں موجود ہے اور مکتبہ ابن عباس سے ۲۰۰۸ء میں پہلی دفعہ (طبعہ اولی) چھپا ہے۔ چوتھا نسخہ مکتبہ نزار مصطفی الباز (مکہ، ریاض) نے پہلی دفعہ ۱۹۹۹ء (۱۴۱۹ھ) میں کامل عویضہ کی تحقیق سے شائع کیا تھا۔

۷: طحاوی حنفی نے اس حدیث کو ترکِ رفع یدین کے دلائل میں ذکر نہیں کیا۔

دیکھئے شرح معانی الآثار (۲۲۲/۱-۲۲۸ باب التكبير للركوع والتكبير للسجود والرفع من الركوع هل مع ذلك رفع أم لا ؟)

بلکہ نماز میں سلام والے باب میں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۲ شق نمبر ۱۱

معلوم ہوا کہ طحاوی کے نزدیک اس حدیث کو ترکِ رفع یدین کے مسئلے میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

۸: محمد عابد بن احمد علی السندھی نے کہا:" **أما حديث :مالي أراكم رافعي أيديكم إلخ فلا يليق الاستدلال بهذا الحديث في نفي الرفع فافهم** "

رہی حدیث: کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں الخ تو اس حدیث کے ساتھ رفع (یدین) کی نفی پر استدلال مناسب نہیں ہے، لہٰذا اس بات کو سمجھ لیں۔

(المواہب اللطیفہ بحوالہ مرعاۃ المفاتیح ج۳ ص۱۸، دوسرا نسخہ ج۲ ص۲۵۷)

محمد عابد سندھی کی حنفیت کے لئے دیکھئے حدائق الحنفیہ (ص۴۹۰)

۹: امیر علی حنفی نے کہا: ''**أجمع المحدثون علٰی هذا التأویل والسلام من تتمة الصلوة ، نازع بعض الناس فیه فقال : بل هذا النهي عن رفع الیدین في الصلاة عند الرکوع والرفع منه ...** '' إلخ اسی تفسیر پر محدثین کا اجماع ہے اور سلام نماز کا اختتام ہے۔ بعض لوگوں نے اس میں نزاع (اختلاف) کیا اور کہا: بلکہ اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین سے منع کیا گیا ہے۔ الخ

(حاشیہ صحیح مسلم طبعہ نولکشور لکھنو ج۱ ص۱۸۲، بحوالہ مرعاۃ المفاتیح ج۳ ص۱۸، دوسرا نسخہ ج۲ ص۲۵۷)

بعض لوگوں نے امیر علی کے حنفی ہونے کا انکار کیا ہے، لیکن شیر محمد دیوبندی (مماتی) نے کہا:

''حضرت مولانا سید امیر علی حنفی فرماتے ہیں کہ...'' (آئینہ تسکین الصدور ص۱۹۹، دوسرا نسخہ ص۲۰۶)

(محمد ادریس ظفر صاحب نے کہا:) محمد حسن قلندرانی بریلوی نے کہا:

''حضرت علامہ مولانا امیر علی حنفیؒ مترجم فتاویٰ عالمگیری اور مترجم تفسیر مواھب الرحمٰن''

(غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت ص۱۷)

۱۰: رفع یدین کو منسوخ سمجھنے والے عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی (تقلیدی) نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں کہا: ''(فائدہ) یعنی سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کی حاجت نہیں . بندہ مترجم کہتا ہے کہ ان احادیث سے آج کل کے دستور کی بھی تردید ہوتی ہے۔ کہ جب ملاقات کے وقت سلام کرتے ہیں۔ تو ہاتھ ضرور اُٹھاتے ہیں۔''

(صحیح مسلم مترجم ج۱ ص۴۰۴ مطبوعہ قرآن منزل مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی)

اس مضمون میں ذکر شدہ حوالوں کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جن محدثین کرام اور علمائے حنفیہ نے اس حدیث کو سلام اور تشہد کے ابواب میں ذکر کیا ہے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

شافعی، ابوداود، نسائی ، ابن خزیمہ ،عبدالرزاق ، ابوعوانہ ،بیہقی ، بغوی ، ابونعیم الاصبہانی ،

عبدالحق اشبیلی، طحاوی حنفی اورابن فرقد شیبانی حنفی۔ دیکھئے فقرہ نمبر۲

درج ذیل محدثین کرام اور علمائے عظام نے یہ صراحت کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق رفع یدین کے ساتھ نہیں بلکہ تشہد کے وقت سلام سے ہے:

بخاری، ابن حبان، ابن عبدالبر، نووی، ابن سید الناس، ابن الملقن، ابن حجر عسقلانی، علی بن ابی العز الحنفی، ابن الجوزی اور ابن تیمیہ۔ دیکھئے فقرہ نمبر۳

ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی نے بھی اس حدیث کو تشہد والے سلام سے متعلق قرار دیا ہے۔

درج ذیل حنفی اور حنفیت کی طرف منسوب علماء نے یہ صراحت کی ہے، یا اُن کے کلام سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق سلام سے ہے، رفع یدین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے:

علی بن ابی العز الحنفی، ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندھی، محمود حسن دیوبندی، محمد یعقوب نانوتوی، محمد تقی عثمانی، مغلطائی حنفی، طحاوی، محمد عابد سندھی، امیر علی حنفی اور عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی تقلیدی۔ دیکھئے فقرہ نمبر۴

تیس سے زیادہ ان اہلِ حدیث اور غیر اہلِ حدیث جمہور علماء کے مقابلے میں قدوری (التجرید ۲/۵۱۹۔۵۲۰ فقرہ: ۲۲۲۳) زیلعی، عینی اور بعض متاخرینِ آلِ تقلید کا اس حدیث کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

۵) نبی ﷺ سے رفع یدین قبل الرکوع وبعدہ کا ثبوت احادیث صحیحہ متواترہ سے ہے اور کسی ایک صحیح حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ نے تشہد میں سلام کے وقت اپنے ہاتھوں سے دونوں طرف اشارہ کیا ہو اور نہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عمل کو شریر گھوڑوں کی دُمیں ہلنے سے تشبیہ دی ہے، لہٰذا جو لوگ ایسی تشبیہ دینے کی جرأت کرتے ہیں، وہ آپ ﷺ کی گستاخی کے مرتکب ہیں۔

٦) امام ابوحنیفہ سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ انھوں نے ترکِ رفع یدین کے مسئلے پر سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہو، لہٰذا ایسا استدلال کرنے والے امام ابوحنیفہ کے باغی اور مخالف ہیں۔

۷) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کی کسی سند میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کی صراحت نہیں، لہٰذا مفسر کے مقابلے میں غیر مفسر کو پیش کرنا غلط ہے۔

۸) بعض آلِ تقلید اس بات پر بضد ہیں کہ اس حدیث سے نماز میں ہر رفع یدین کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، تو عرض ہے کہ آپ جیسے لوگ تکبیر تحریمہ، تکبیرِ وتر اور تکبیراتِ عیدین میں کیوں رفع یدین کرتے ہیں؟

اگر ان مقامات پر رفع یدین کی تخصیص دلیل سے ثابت ہے تو پھر رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی تخصیص بھی یقینی اور قطعی صحیح دلائل سے ثابت ہے، لہٰذا آپ لوگ وہاں کیوں نہیں مانتے؟

۹) خیر القرون (۳۰۰ھ تک) میں کسی ایک ثقہ وصدوق سُنی عالم سے اس حدیث کے ساتھ ترکِ رفع یدین پر استدلال ثابت نہیں، لہٰذا خیر القرون کے اجماع کے مقابلے میں شر القرون والے بعض علماء اور بعض اہلِ تقلید کی کیا حیثیت ہے؟!

۱۰) سرکش گھوڑوں کی دُمیں حالتِ سرکشی میں اوپر نیچے نہیں بلکہ دائیں بائیں ہلتی ہیں، جیسا کہ قرطبی اور ابن تیمیہ کی تشریح سے ثابت ہے اور اس بات کا مشاہدہ اب بھی سرکش گھوڑوں کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے، لہٰذا حدیثِ مذکور کو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا عقلاً بھی باطل ہے۔

۱۱) مسند احمد میں سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ "**وهم قعود**" اور وہ بیٹھے ہوتے تھے۔ (ج۵ص۹۳وسندہ صحیح)

رفع یدین حالتِ قیام میں رکوع سے پہلے اور بعد میں ہوتا ہے، حالتِ قعود (یعنی حالتِ تشہد) میں نہیں ہوتا، لہٰذا اس حدیث سے آلِ تقلید کا استدلال اصلاً باطل ومردود ہے۔

وما علینا إلا البلاغ (۲۱/ستمبر۲۰۱۰ء)

حافظ زبیر علی زئی

قادیانیوں اور فرقۂ مسعودیہ میں بیس (۲۰) مشترکہ عقائد

الحمد للّٰه ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام علٰی رسوله الأمين و رضي اللّٰه عن أصحاب آخر النبيين و رحمة اللّٰه علٰی من تبعهم بإحسان إلٰی يوم الدين ، أما بعد:

فرقۂ مسعودیہ (کراچی کی جماعت المسلمین رجسٹرڈ) اور ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے والے قادیانیوں کے درمیان بہت سی باتیں مشترک ہیں، جن میں سے بیس (۲۰) مثالیں اس مضمون میں پیشِ خدمت ہیں:

۱) قادیانی ــــ اجماعِ اُمت کے منکر ہیں۔

مسعودی بھی اجماعِ اُمت کے منکر ہیں۔

تنبیہ: اجماعِ اُمت سے مراد کسی ایک دور مثلاً خیر القرون کے مسلم صحیح العقیدہ علماء (اور صحیح العقیدہ عوام) کا اجماع ہے، قیامت تک پوری اُمتِ اجابت کی شرط والا اجماع مراد نہیں جس کا فی الحال وقوع محال ہے۔

مشہور محدث حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی (راوی) کے بارے میں فرمایا: ''**أجمعوا علٰی أنه من ثقات العلماء**''

اس پر اجماع ہے کہ وہ ثقہ راویوں میں سے ہیں۔

(کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنیٰ ج۲ ص۸۹۵۔۸۹۶ ت۱۰۶۳)

یہ ظاہر ہے کہ یہ اجماع حافظ ابن عبدالبر سے پہلے والی صدیوں میں واقع ہوا تھا، لہٰذا بعض منکرینِ اجماع کا وقوعِ اجماع کے لئے قیامت تک کی شرط لگانا باطل ہے۔

۲) قادیانی ــــ سلف صالحین کے متفقہ فہم کے منکر ہیں۔

مسعودی بھی سلف صالحین کے متفقہ فہم کے منکر ہیں۔

۳) قادیانی ـــــ غیر قادیانیوں کو مسلمین نہیں سمجھتے اور ان کی تکفیر کرتے ہیں۔
مسعودی بھی غیر مسعودیوں کو مسلمین نہیں سمجھتے اور ان کی (عملاً) تکفیر کرتے ہیں۔
٤) قادیانیوں کے نزدیک اُن کے خلیفہ کی بیعت شرطِ ایمان ہے۔
مسعودیوں کے نزدیک اُن کے امیر کی بیعت شرطِ ایمان ہے۔
٥) قادیانیوں کے نزدیک غیر قادیانی کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔
مسعودیوں کے نزدیک غیر مسعودی کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔
٦) قادیانیوں کے نزدیک غیر قادیانی کی نمازِ جنازہ (صلوٰۃ الجنازۃ) نہیں پڑھنی چاہئے، چاہے مرنے والا نابالغ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔!
مسعودیوں کے نزدیک غیر مسعودی کی نمازِ جنازہ (صلوٰۃ الجنازۃ) نہیں پڑھنی چاہئے، چاہے مرنے والا نابالغ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔!
۷) قادیانی ـــــ قرآن وحدیث سے غلط استدلال کرتے ہیں۔
مسعودی بھی قرآن وحدیث سے غلط استدلال کرتے ہیں۔
۸) قادیانیوں کے نزدیک ان کے سلسلے سے خارج ہونے والا شخص مرتد ہے۔
مسعودیوں کے نزدیک ان کے سلسلے سے خارج ہونے والا شخص مرتد ہے۔
۹) قادیانیوں کے نزدیک غیر قادیانی کی اقتدا میں حج ادا کرنا جائز نہیں ہے۔
مسعودیوں کے نزدیک غیر مسعودی کی اقتدا میں حج ادا کرنا جائز نہیں ہے۔
۱۰) قادیانیوں کے نزدیک قرآن وحدیث کی وہی تشریح معتبر ہے جو مرزا قادیانی اور اس کے خلفاء سے ثابت ہے۔
مسعودیوں کے نزدیک قرآن وحدیث کی وہی تشریح معتبر ہے جو مسعود احمد اور اس کے خلیفہ (یا خلفاء) سے ثابت ہے۔
۱۱) قادیانیوں کے نزدیک غیر قادیانیوں کے ساتھ رشتے ناطے (نکاح) جائز نہیں اِلا یہ کہ اُن کی بیٹیوں کو اہلِ کتاب کے حکم میں لے کر مشرّف بہ قادیانیت کرلیا جائے۔

مسعودیوں کے نزدیک غیر مسعودیوں کے ساتھ رشتے ناطے (نکاح) جائز نہیں اِلا یہ کہ اُن کی بیٹیوں کو اہلِ کتاب کے حکم میں لے کر مشرّف بہ مسعودیت کرلیا جائے۔

۱۲) اہلِ حدیث اہلِ سنت سے قادیانیوں کو سخت چڑ اور بغض ہے۔

اہلِ حدیث اہلِ سنت سے مسعودیوں کو سخت چڑ اور بغض ہے۔

۱۳) مرزا قادیانی نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے۔

مسعود احمد نے کہا: ''اللہ تعالےٰ کو یہ تو گوارا ہے کہ کوئی گھر میں بیٹھ کر بت کی پوجا کرے یا آگ کی یا کسی اور چیز کی لیکن یہ گوارا نہیں کہ ملک اور معاشرے میں اس کا قانون نافذ نہ ہو۔'' (جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک اسلام کی آئینہ دار ہیں ص ۲۶۸)

عبارتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ پر صریحاً بہتان باندھا گیا ہے اور اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ﴾ اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر (ناشکری) پسند نہیں کرتا۔ (الزمر: ۷)

۱۴) رسول اللہ ﷺ پر قادیانیوں نے بہتان تراشے ہیں۔

مسعودیوں نے بھی رسول اللہ ﷺ پر بہتان تراشے ہیں مثلاً ''**تلزم جماعة المسلمين و إمامهم**'' سے فرقہ مسعودیہ اور اس کا کاغذی بے اختیار امیر مُراد لینا رسول اللہ ﷺ پر بہتان ہے۔

۱۵) مرزا قادیانی نے صحابۂ کرام (مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کی توہین کی ہے۔

مسعودیوں نے بھی صحابۂ کرام کی توہین کی ہے مثلاً فرقۂ مسعودیہ کے امام دوم محمد اشتیاق نے کہا: ''حضرت ابو موسیٰ اور حضرت حذیفہ اس مسئلہ میں حضرت ابنِ مسعود کی تقلید کر رہے ہیں۔'' (نماز کے سلسلہ میں یوسف لدھیانوی صاحب کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۳۰)

یاد رہے کہ مسعودیوں کے نزدیک تقلید شرک ہے۔ دیکھئے التحقیق فی جواب التقلید (ص ۵)

۱۶) قادیانیوں کے نزدیک تمام صدقات اور زکوٰۃ اُن کی پارٹی اور خود ساختہ خلیفہ کو ہی دینی چاہئے۔

مسعودیوں کے نزدیک تمام صدقات اور زکوٰۃ اُن کی پارٹی اور خود ساختہ امیر کو ہی دینی چاہئے۔

۱۷) قادیانیوں کے نزدیک محدثین کرام کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ اُن کی توہین کرتے ہیں۔مسعودیوں کے نزدیک محدثین کرام کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ اُن کی توہین کرتے ہیں۔مثلاً امام ہشیم بن بشیر سے پوچھا گیا: کس چیز نے آپ کو تدلیس پر آمادہ کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: یہ بہت مزیدار چیز ہے۔

(الکفایہ للخطیب ص ۳۶۱ وسندہ صحیح، التأسیس فی مسئلۃ التدلیس/ الحدیث حضرو: ۳۳ ص ۴۶)

امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے ہشیم سے کہا: آپ کیوں تدلیس کرتے ہیں، حالانکہ آپ نے (بہت کچھ) سنا بھی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: دو بڑے (بھی) تدلیس کرتے تھے یعنی اعمش اور ثوری۔ (العلل الکبیر للترمذی ۲/ ۹۶۶ وسندہ صحیح، التأسیس ص ۴۶)

معلوم ہوا کہ امام ہشیم نے اپنا مدلس ہونا تسلیم کیا، جبکہ مسعود احمد نے کہا:

''مدلّس راوی کذاب ہوتا ہے۔'' (اصولِ حدیث ص ۱۸)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ مسعود احمد نے ہشیم کو کذاب قرار دیا ہے اور یاد رہے کہ میرے ساتھ ایک مباحثے میں مسعود احمد نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ ہشیم مدلس ہیں۔

۱۸) قادیانیوں کی پشت پناہی انگریزوں نے کی۔فرقۂ مسعودیہ کی پشت پناہی اُس حکومت سے ''جماعت المسلمین'' نام کو رجسٹر کروا کر کی گئی ہے، جسے خود مسعودی حضرات بھی طاغوت سمجھتے ہیں۔

۱۹) قادیانیوں کے نزدیک اصولِ حدیث واصولِ محدثین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مسعودیوں کے نزدیک اصولِ حدیث اور اصولِ محدثین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۲۰) قادیانیوں میں شدید تنظیم پرستی ہے۔مسعودیوں میں بھی شدید تنظیم پرستی ہے۔

یہ بیس مثالیں مشتے از خروارے پیش کی گئی ہیں تا کہ عامۃ المسلمین اس فرقۂ ضالہ مضلہ مسعودیہ تکفیریہ سے دور رہیں۔و ما علینا إلا البلاغ (۱۷/ اپریل ۲۰۱۰ء)

محمد زبیر صادق آبادی

حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان

محمد الیاس گھمن دیوبندی کے چہیتے امجد سعید دیوبندی نے اپنی کتاب سیف حنفی میں اہلِ حدیث کے خلاف زہر اگلتے ہوئے پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹۱ء) کے بارے میں لکھا ہے: ''**غیر مقلدین کی بری عادت:**
نام نہاد اہل حدیث حضرات کی عادت ہے کہ ہر ایک ان میں مجتہد ہوتا ہے اور پھر ایسی مجتہدانہ فراست سے کام لیتا ہے کہ بڑے بڑے اللہ والوں پر کیچڑ اُچھال دیتا ہے۔ چنانچہ بہاولپور کے ایک پروفیسر صاحب نے کتاب لکھی جس کا نام ''مسئلہ رفع یدین'' رکھا اس میں وہ کہتے ہیں کہ: ''میں کہتا ہوں کہ مقلد جاہل ہوتا ہے کوئی بھی ہو۔ اگر جاہل نہ ہو تو تقلید کیوں کرے۔ تقلید ہے بھی جاہلوں کے لئے اور کرتا بھی جاہل ہی ہے۔ جو عقل والا ہے وہ تقلید کیوں کرے....؟ لیکن آپ نے (یعنی احناف نے) اپنے اندھے اماموں کی تقلید کی۔''....(مسئلہ رفع الیدین ص ۴۰)

اس عبارت کو ایک دفعہ پھر پڑھیں اور دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ کیا پروفیسر صاحب نے جو لکھا ہے وہ صحیح ہے....؟ اس عبارت میں پروفیسر صاحب نے جہاں مقلدین کو جاہل کہا ہے وہاں ائمہ مجتہدین کو بھی ''اندھے'' کے لقب سے نوازا ہے۔ حالانکہ ائمہ مجتہدین، دین کے پھیلانے والے اور قرآن وسنت کے مسائل سے اُمت کو آگاہ کرنے والے ہیں۔'' (سیف حنفی ص ۲۸۸)

مولانا حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کے متعلق اس سے ملتی جلتی بات ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی لکھی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳۴۸/۲، ۶۲۰/۳)

قارئین کرام! مذکورہ دیوبندیوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کو اندھے کہا

ہے(!!) لیکن حقیقت میں یہ حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا گیا ہے۔ یقین جانئے! انھوں نے یہ بات بالکل ہی نہیں کہی بلکہ دیوبندیوں نے بددیانتی کرتے ہوئے ان پر یہ الزام لگادیا ہے۔ امجد سعید نے دو مختلف عبارتوں کو ملا کر یہ مفہوم بنایا ہے، حالانکہ یہ کام خود آلِ دیوبند کے نزدیک ظلم ہے۔ (دیکھئے فتوحاتِ صفدر ۱/۷۶، دوسرا نسخہ ۱/۵۲۵)

قارئین کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا رسالہ ''مسئلہ رفع یدین'' رسائل بہاولپوری (ص ۱۶۹ تا ۲۶۴، دوسرا نسخہ ص ۲۱۹ تا ۳۱۳) میں درج ہے۔

امجد سعید نے ایک عبارت (جو رسائل بہاولپوری کے صفحہ ۱۸۳ [دوسرا نسخہ ص ۲۳۳] پر ہے) وہاں سے لی ہے جہاں مقلد کو جاہل کہا گیا ہے۔

حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں مقلد کوئی بھی ہو جاہل ہی ہوتا ہے۔ اگر جاہل نہ ہو تو تقلید کیوں کرے۔ تقلید ہے ہی جاہلوں کے لئے اور کرتا بھی جاہل ہی ہے۔ جو علم وعقل والا ہو وہ تقلید کیوں کرے۔'' (رسائل بہاولپوری ص ۱۸۳، دوسرا نسخہ ص ۲۳۳)

تو اس میں تو ناراض ہونے والی کوئی بات نہیں تھی، کیونکہ آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے بھی لکھا ہے: ''تقلید جاہل ہی کیلئے ہے'' الخ (الکلام المفید ص ۲۳۴)

جبکہ امجد سعید نے دوسری عبارت جہاں سے لی ہے وہ رسائل بہاولپوری کے صفحہ ۲۰۱ (دوسرا نسخہ ص ۲۵۰۔۲۵۱) میں ہے۔ ہم قارئین کی معلومات کے لئے وہ عبارت مکمل نقل کر دیتے ہیں جو انھوں نے مقلدین میں سے افغانی اور نعمانی نام کے دیوبندیوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھی ہے:

''چور اپنی ہیرا پھیری سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ نہ سیدھی بات نہ سیدھی چال۔ بالکل وہی کام آپ کر رہے ہیں۔ سارے رسالے میں آپ نے نہ ہم سے رفع یدین کا ثبوت طلب کیا۔ نہ خود نسخ کا ثبوت دیا۔ روایتوں کے مطالبے میں ہی قریباً آدھا رسالہ بھر دیا۔ حالانکہ اگر یہ ساری روایات ثابت نہ بھی ہوں۔ تو بھی نفس ثبوت پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ تو صحاح ستہ کی احادیث سے بھی ثابت ہے پھر کمال یہ ہے کہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اتنی جرات تمہیں

کیسے ہوگئی۔ہم کہتے ہیں تمہیں دیکھ کر۔تم نے جو کہا کہ امام صاحب کے پاس اتنا ذخیرہ تھا کہ چالیس ہزار میں سے آثار چھانٹی اور صندوق بھرے رہتے۔

آپ نے لکھا ہے''اچھا ان بارہ حضرات کو تو چھوڑیئے۔کہ ان کی روایت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔میں کہتا ہوں۔یہ آپ کی کس قدر غلط بیانی اور دیدہ دلیری ہے۔آخر کچھ تو شرمایئے۔ہم بار بار کہہ رہے ہیں۔کہ ان بارہ حضرات کی روایت صحیح ابی حنیفہ اور مسند ابی حنفیہ اصلی میں موجود ہیں۔آپ کہتے ہیں سرے سے وجود ہی نہیں۔آخر امام صاحب کی کسی حدیث کی کتاب کا کوئی وجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر آپ کی تو لٹیا ڈوب گئی۔اگر ہے تو آخر ان کتابوں میں حدیثیں ہی تو ہیں۔نکالئے۔ہم آپ کو ان بارہ کی کیا سب کی روایات دکھادیں گے۔آپ نے لکھا ہے کہ ان حضرات کے اسماءگرامی تو آپ نے شاہ اسماعیل شہید کی اندھی تقلید میں جکڑ بند ہو کر لکھے ہیں'' شکر ہے آپ کو بھی پتہ لگ گیا کہ تقلید اندھی ہوتی ہے۔اگر صرف تقلید اندھی ہو تو اتنا خطرہ نہیں جتنا کہ امام اندھا ہو تو خطرہ ہوتا ہے اگر تقلید بھی اندھی ہو اور امام بھی اندھا ہو تو بیڑہ ہی غرق بقول آپ کے ہم نے شاہ شہید کی اندھی تقلید کی لیکن کم از کم سنت رسول سے تو نہیں ہٹے۔لیکن آپ نے اندھے اماموں کی اندھی تقلید کی۔تو سنت کے دشمن اور اس کے مٹانے والے بن گئے۔اسی لئے تو ہم بار بار کہتے ہیں۔کہ اگر موجودہ حنفی امام صاحب کے ہی مقلد رہتے۔تو اتنے گمراہ نہ ہوتے۔ کیونکر **اگر تقلید اندھی تھی تو امام صاحب تو اندھے نہ تھے وہ تو بہت دوربین تھے۔**اب جو حنفیوں نے معتزلیوں ۔ کلابیوں اور کرامیوں کی تقلید کی۔ان کو اپنا امام بنایا' تو یہاں تک نوبت آگئی۔کہ سنتوں کے دشمن اور بدعتوں کے عاشق بن گئے۔'' (رسائل بہاولپوری ص ۲۰۰۔۲۰۱، دوسرا نسخہ ص ۲۵۰۔۲۵۱)

قارئین کرام! مذکورہ عبارت سے بالکل واضح ہوگیا کہ حافظ عبداللہ بہاولپوری نے ائمہ اربعہ میں سے کسی کو اندھا نہیں کہا اور نہ آل دیوبند کے گمراہ کن عقائد ائمہ اربعہ سے ثابت ہیں بلکہ حافظ صاحب نے تو معتزلیوں، کلابیوں اور کرامیوں کو اندھا امام کہا ہے۔

آلِ دیوبند کے عقائد کے لئے دیکھئے: ''غالی بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' (ص ۳۱۔۳۹)

حافظ زبیر علی زئی

غالی بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم

تمام حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو سیدنا محمد رسول اللہ امام المرسلین و خاتم النبیین ﷺ پر، اللہ راضی ہو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اور اُس کی رحمتیں ہوں تمام صحیح العقیدہ تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین پر، اما بعد:

شریعتِ اسلامیہ میں بدعت اور اہلِ بدعت کی مذمت میں بہت سے دلائل ہیں۔ مثلاً:

۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اور اُس دن کچھ چہرے کالے سیاہ ہوں گے۔ (آل عمران:۱۰۶)
اس کی تشریح میں نبی ﷺ نے فرمایا: وہ خوارج ہیں۔ (مسند احمد ۵/۲۶۲ وسندہ حسن)

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''و کل بدعة ضلالة'' اور ہر بدعت گمراہی ہے۔
(صحیح مسلم:۸۶۷، ترقیم دارالسلام:۲۰۰۵)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اور اگر چہ (بعض) لوگ اسے اچھا سمجھتے ہوں۔ (السنہ للمروزی:۷۰ وسندہ صحیح)

۳) نبی کریم ﷺ کی ایک مشہور اور متواتر حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اُمت میں تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے، جن میں صرف ایک فرقہ جنتی ہے اور باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۲۶۴۰ وقال: حسن صحیح) سنن ابی داود (۴۵۹۷) اور سنن ابن ماجہ (۳۹۹۲) وغیرہ

٤) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من وقرّ صاحب بدعة فقد أعان علی هدم الإسلام .)) جس نے کسی بدعتی کی عزت و تکریم کی تو اُس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔
(الشریعہ للآجری ص۹۶۲ ح۲۰۴۰ وسندہ حسن)

۵) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اُن مبتدعین سے برأت کا اعلان فرمایا جنھوں نے تقدیر کا انکار کر دیا تھا۔ دیکھئے صحیح مسلم (ح۸، ترقیم دارالسلام:۹۳)

آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بدعتی شخص کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔
دیکھئے سنن الترمذی (۲۱۵۲ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح) اور اضواء المصابیح (۱۰۶)

۶) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بدعتیوں کو مسجد سے نکال دیا تھا۔
دیکھئے سنن الدارمی (ح ۲۱۰ وسندہ حسن)

۷) مشہور تابعی اور ثقہ بالاجماع امام ابوقلابہ الجرمی الشامی رحمہ اللہ نے فرمایا: بے شک بدعتی لوگ گمراہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ دوزخ میں ہی جائیں گے۔
(سنن الدارمی: ۱۰۱، وسندہ صحیح)

۸) ثقہ تابعی امام ابوادریس الخولانی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر میں دیکھوں کہ مسجد میں آگ لگی ہوئی ہے جسے میں بجھا نہیں سکتا، تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں مسجد میں کوئی بدعت دیکھوں جسے میں مٹا نہ سکوں۔ (السنۃ للمروزی: ۸۸ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۹۹)

۹) تابعی صغیر ابراہیم بن یزید النخعی الکوفی رحمہ اللہ نے محمد بن السائب سے فرمایا: جب تک تو اپنی اس رائے پر ہے تو ہمارے قریب بھی نہ آنا۔
محمد بن السائب مرجی تھا۔ (البدع والنھی عنہا لمحمد بن وضاح: ۱۳۷، وسنده صحيح، رواية مغيرة بن مقسم عن إبراهيم محمولة على السماع إذا روى عنه محمد بن فضيل بن غزوان، انظر مسند علي بن الجعد ۴۳۰/۱ ح ۶۶۳، والنسخة الثانية: ۶۴۴)

۱۰) ایک شخص بدعتی تھا پھر اُس نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ جب امام ایوب سختیانی نے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (ثقہ تابعی مشہور) کو بتایا تو اُنھوں نے فرمایا: دیکھو وہ کدھر جاتا ہے؟ کیونکہ (اہلِ بدعت کے خلاف) حدیث کے آخری الفاظ بہت سخت ہیں: وہ اسلام سے نکل جائیں گے پھر اس میں واپس نہیں آئیں گے۔
(البدع والنھی عنہا: ۱۴۷، وسندہ صحیح اُو حسن لذاتہ)

بدعت کی دو بڑی قسمیں ہیں:

اول: بدعتِ صغریٰ مثلاً تشیع یسیر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھنا)

دوم: بدعتِ کبریٰ مثلاً منکرینِ تقدیر، جہمیہ، روافض، معتزلہ اور منکرینِ حدیث وغیرہ
اسے بدعت مکفرہ بھی کہتے ہیں۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۶/۱، دوسرا نسخہ ۱۱۸/۱)
اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص ۸۳ نوع: ۲۳) فتح الباری (۴۶۶/۱۰) ہدی الساری
(ص ۳۸۵، ۴۵۹) اور میری کتاب: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۸)

قسم دوم کے بارے میں صحیح تحقیق یہ ہے کہ اس قسم والے بدعتی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔
ایک شخص نے قبلے کی طرف تھوکا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے امامت سے ہٹا دیا تھا، آپ
نے فرمایا: یہ تمھیں نماز نہ پڑھائے۔

(سنن ابی داود: ۴۸۱ وسندہ حسن، صحیح ابن حبان، الموارد: ۳۳۴، الاحسان: ۱۶۳۴، دوسرا نسخہ: ۱۶۳۶)

جب ایک خطا پر نماز سے ہٹا دیا گیا تو معلوم ہوا کہ بدعتِ کبریٰ والے یعنی غالی بدعتی
کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اس سلسلے میں سلف صالحین اور عصرِ حاضر کے صحیح العقیدہ
علماء کے تیس (۳۰) حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: قدریہ (منکرینِ تقدیر) کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی
چاہئے۔ (کتاب القدر للفریابی: ۲۱۹ وسندہ صحیح، الکفایہ للخطیب ص ۱۲۴)

۲) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جسے یہ ڈر ہو کہ وہ ایسے شخص کے پیچھے نماز
پڑھتا ہے جسے وہ نہیں جانتا؟ تو انھوں نے فرمایا: نماز پڑھ لے پھر جب اسے معلوم ہو جائے
کہ وہ (امام) بدعتی تھا تو وہ نماز دوبارہ پڑھے۔ (مسائل صالح بن احمد بن حنبل ۲۵/۲ فقرہ ۵۶۲)
امام احمد نے فرمایا: جہمیہ اور معتزلہ جیسوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

(کتاب السنہ لعبداللہ بن احمد ۱۰۳/۱ ح ۵، مخطوط مصور ص ۲)

امام احمد نے فرمایا کہ لفظی بالقرآن مخلوق کہنے والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

(مسائل احمد روایۃ ابن ہانی ۶۰/۱ فقرہ: ۲۹۵)

اس طرح کے مزید اقوال کے لئے دیکھئے السنۃ لعبداللہ بن احمد (۴) شرح مذاہب
اہل السنۃ لابن شاہین (۲۰) سیرۃ الامام احمد لصالح بن احمد (۶۷/۱ بحوالہ المکتبۃ الشاملہ)

مسائل ابن ہانی (۲۹۶، ۳۰۹) السنۃ للخلال (۷۸۵، ۱۳۷) اور تاریخ الاسلام للذہبی (۱۸/ ۸۴) وغیرہ۔

۳) ثقہ امام سلام بن ابی مطیع البصری رحمہ اللہ نے فرمایا: جہمیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (مسائل احمد روایۃ ابی داود ص ۲۶۸ ملخصاً وسندہ صحیح، السنہ لعبداللہ بن احمد: ۹)

٤) ثقہ امام وکیع رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) نے فرمایا: ان (جہمیہ) کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (السنہ لعبداللہ بن احمد: ۳۳ وسندہ صحیح)

٥) ثقہ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) نے فرمایا کہ جہمیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اُن سے مرجیہ کے پیچھے نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: بے شک وہ خبیث ہیں۔ (السنہ: ۵۵ وسندہ صحیح)

٦) امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے کوئی پروا نہیں کہ میں جہمی اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھوں یا یہود ونصاریٰ کے پیچھے نماز پڑھوں۔! (خلق افعال العباد ص ۲۲ فقرہ: ۵۳)

معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک جہمیہ اور روافض کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، جس طرح کہ یہود ونصاریٰ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

۷) ایک آدمی نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۱ھ) سے پوچھا: میرے گھر کے دروازے پر (بالکل قریب سامنے) ایک مسجد ہے جس کا امام صاحب بدعت ہے؟ اُنھوں نے فرمایا: تُو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھ۔ اُس نے کہا: بارش والی رات (بھی) ہوتی ہے اور میں بوڑھا آدمی ہوں؟ انھوں نے فرمایا: تُو اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھ۔

(حلیۃ الاولیاء ۷/۲۸ وسندہ حسن)

۸) امام ابوضمرہ انس بن عیاض المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۰ھ) نے فرمایا: جہمیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھ۔ (السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۲۷ وسندہ صحیح)

۹) ثقہ عابد زہیر بن نعیم البابی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تمھیں یقین ہو جائے کہ وہ (امام) جہمی ہے تو نماز دوبارہ پڑھو، چاہے جمعہ ہو یا دوسری کوئی نماز ہو۔

(السنۃ لعبداللہ بن احمد:۳۷/۱، وسندہ صحیح)

۱۰) امام ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ کے نزدیک بدعتی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے۔ (السنۃ لعبداللہ بن احمد:۵۷ وسندہ صحیح)

۱۱) جب قرآن مجید کو مخلوق کہا جانے لگا تو پھر امام یحییٰ بن معین اپنی نمازِ جمعہ دوبارہ پڑھتے تھے۔ (السنۃ لعبداللہ بن احمد:۷۶ وسندہ صحیح)

۱۲) ثقہ امام احمد بن عبداللہ بن یونس رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص قرآن کو مخلوق کہے تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ الخ (مسائل ابی داود ص ۲۶۸ وسندہ صحیح)

۱۳) امام ابوالحسن احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان الخزاعی المروزی عرف ابن شبویہ رحمہ اللہ نے کلامِ باری تعالیٰ یا اللہ کے علم کو مخلوق کہنے والے کے بارے میں فرمایا: نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ (السنۃ لعبداللہ بن احمد:۱۷۹، وسندہ صحیح)

۱۴) امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین الباقر رحمہ اللہ نے منکرینِ تقدیر کے بارے میں فرمایا: اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو... جس نے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھی تو اسے اپنی نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے۔ (الشریعۃ للآجری ص۲۲۴ ح ۴۹۵ وسندہ حسن، القدر للفریابی:۲۹۳)

۱۵) امام لیث بن سعد المصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۵ھ) نے منکرِ تقدیر کے بارے میں فرمایا: وہ اس کا مستحق نہیں کہ اس کی بیمار پرسی کی جائے، اُس کے جنازے میں حاضری کو ناپسند کیا جاتا ہے اور اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا جاتا۔ (الشریعۃ للآجری ص۲۲۷ ح ۵۰۹ وسندہ حسن)

۱۶) امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) نے خوارج، قدریہ، مرجیہ، جہمیہ، معتزلہ، تمام روافض، تمام نواصب اور گمراہ مبتدعین (کا عقیدہ رکھنے والے) کے بارے میں فرمایا: اسے سلام نہیں کہنا چاہئے اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

(الشریعہ طبعہ محققہ ص ۹۶۰ قبل ح ۲۰۳۹)

۱۷) قوام السنہ اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۳۵ھ) نے فرمایا: اور اصحابِ حدیث کی رائے میں اہلِ بدعت کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے تاکہ عوام اسے

(اس عمل کو) دیکھ کر خراب (بدعقیدہ) نہ ہو جائیں۔ (الحجۃ فی بیان المحجۃ وشرح عقیدہ اہل السنہ ۲/ ۵۰۸)

۱۸) ابو اسحاق ابراہیم بن الحارث بن مصعب العبادی رحمہ اللہ (امام احمد کے نزدیک پسندیدہ) نے فرمایا: اگر وہ اہلِ بدعت میں سے ہو تو اسے سلام نہ کیا جائے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور نہ اُس کا جنازہ پڑھا جائے۔ (السنۃ للخلال: ۹۴۸ وسندہ صحیح)

۱۹) جو شخص صفاتِ باری تعالیٰ کا اقرار نہ کرے تو اس کے بارے میں امام ابو العباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم السراج الثقفی رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۳ھ) نے فرمایا: اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ الخ (العلو للعلی الغفار تصنیف الحافظ الذہبی ص ۱۵۶، نسخہ محققہ ۲/ ۱۲۳۱، فقرہ: ۴۹۲ وسندہ صحیح، مختصر العلو للعلی الغفار ص ۲۳۲ فقرہ: ۲۸۲)

۲۰) مشہور واعظ اور صالح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۱ھ) نے قرآن کو مخلوق یا لفظی بالقرآن مخلوق کہنے والے بدعتی کے بارے میں فرمایا: اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق ۱/ ۵۸، غنیۃ الطالبین ترجمہ محبوب احمد ۱/ ۱۰۴، ترجمہ عبدالدائم جلالی ص ۱۰۰)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں، مثلاً امام زائدہ بن قدامہ الثقفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ) کسی منکرِ تقدیر اور کسی بدعتی کو، معلوم ہو جانے کے بعد حدیث نہیں پڑھاتے تھے۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۱/ ۱۳۳ ح ۱۵۰ وسندہ صحیح)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے تو اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہئے۔ الخ

(عقیدۃ اصحاب الحدیث للصابونی: ۷ وسندہ صحیح)

اب عصرِ حاضر کے اہل حدیث علماء کے حوالے پیش خدمت ہیں:

۲۱) استاذ محترم شیخ ابو محمد بدیع الدین الراشدی السندھی رحمہ اللہ کے نزدیک بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ دیکھئے اُن کی کتاب: ''امام صحیح العقیدہ ہونا چاہئے''

۲۲) حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ بھی غیر اہلِ حدیث کے پیچھے نماز کے قائل نہیں

تھے۔ دیکھئے ان کی کتاب: ''اہلِ حدیث کی نماز غیر اہلِ حدیث کے پیچھے''

(رسائل بہاولپوری ص ۵۹۱۔۶۲۲)

۲۳) شیخ صالح بن فوزان الفوزان السعودی سے پوچھا گیا کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ہر جگہ میں ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: اسے نصیحت کی جائے، ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کرلے، اگر وہ توبہ کرلے تو اُس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور ڈٹا رہے تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے، کیونکہ یہ جہمیہ اور حلولیہ (فرقوں) کا عقیدہ ہے اور یہ اللہ کے ساتھ کفر ہے۔

(عقیدۃ الحاج فی ضوء الکتاب والسنہ ص ۳۳)

۲۴) سعودی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی نے فرمایا:
اگر بدعت یا فسق کفرِ اکبر یا شرکِ اکبر کی طرف لے جاتے ہوں تو (ایسے شخص کے پیچھے) نماز صحیح نہیں ہے اور اگر پڑھ لے تو اعادہ واجب ہے۔ الخ

(اجوبہ مفیدہ عن اسئلہ عدیدہ [الصلوۃ خلف الفاسق والمبتدع] ۱/۳۶، شاملہ)

انھوں نے فرمایا کہ بدعتِ مکفرہ والے کے پیچھے نماز کے صحیح نہ ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ الخ (شرح رسالہ کتاب الایمان ۱/۲۵۳ شاملہ)

۲۵) جامعہ اسلامیہ صادق آباد کے مہتمم اور شیخ الحدیث، اُصول کے امام اور غیور، مشہور سلفی عالم حافظ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ کے نزدیک بھی اہلِ بدعت کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

۲۶) ثقہ وصالح اور مسلکِ حق کا دفاع کرنے والے عظیم شیخ ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ کے نزدیک بھی بدعتیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

۲۷) ابوالحسن مبشر احمد ربانی صاحب کا بھی یہی موقف ہے۔
دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل (ج ۱ ص ۱۵۱)

۲۸) پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی صاحب کا بھی یہی موقف ہے۔

۲۹) علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ بھی آخری عمر میں بدعتیوں کے پیچھے نماز کے قائل نہیں

تھے جیسا کہ عمر فاروق قدوسی بن مولانا عبدالخالق قدوسی رحمہ اللہ نے مجھے بتایا ہے، انھوں نے کہا: ''علامہ صاحب نے دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھی بلکہ علیحدہ پڑھی اور یہ واقعہ اُن کی شہادت سے تین دن پہلے کا ہے۔'' اس آخری روایت سے معلوم ہوا کہ علامہ صاحب کا اس مسئلے میں ہر وہ قول وفعل منسوخ ہے جس سے اس آخری روایت کی مخالفت ہوتی ہے اور راجح یہی ہے کہ وہ آخری عمر میں بدعتیوں کے پیچھے نماز کے قائل وفاعل نہیں تھے۔

۳۰) ہمارے شیخ ابوالرجال اللہ دتہ بن کرم الٰہی بن احمد دین السوہدروی اللاھوری رحمہ اللہ بھی بدعتی کے پیچھے نماز کے قائل نہیں تھے اور اس بارے میں وہ بڑا مضبوط موقف رکھتے تھے۔

ان کے علاوہ دوسرے حوالے بھی ہیں۔ مثلاً دیکھئے فتاویٰ محمدیہ (فتاویٰ مفتی محمد عبیداللہ عفیف حفظہ اللہ ج ا ص ۴۳۰)

آثارِ سلف صالحین اور تحقیقاتِ علمائے اہل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ غالی بدعتیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، لہٰذا اہلِ حدیث کو چاہئے کہ وہ صحیح العقیدہ اماموں کے پیچھے ہی نماز پڑھیں۔

آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کا حنفی اور صحیح العقیدہ ہونا ثابت نہیں بلکہ یہ لوگ ماتریدی، جہمی، وجودی صوفی اور غالی بدعتی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (www.ircpk.com)

اور ماہنامہ دعوت اہلِ حدیث (حیدرآباد سندھ) شمارہ: ۱۱۰ ص ۱۷۔۲۴ (اگست ۲۰۱۰ء)

نمازِ جمعہ میں تشہد کی حالت میں فوت ہو جانے والے حافظ محمد قاسم خواجہ بن عبدالعزیز بن اللہ دتہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹۷ء) نے فرمایا:

''ثابت ہوا کہ دیوبندی اور بریلوی اصل میں دونوں ایک ہیں۔ ان کی لڑائی آپس میں شریکوں کی لڑائی ہے۔'' (معرکۂ حق وباطل ص ۷)

اس سلسلے میں بعض اہلِ حدیث علماء مثلاً حافظ عبداللہ روپڑی، مشہور مناظر اور شیخ: ثناء اللہ

امرتسری، شیخ عبدالغفار حسن رحمہم اللہ اور حافظ ابو محمد عبدالستار الحماد (فتاویٰ اصحاب الحدیث ۱۱۵/۲) وغیرہم کے فتاویٰ جات قضیۂ مذکورہ سے عدمِ علم اور شاذ کے حکم میں ہیں۔

دیوبندیوں کے ''حکیم الامت'' تھانوی صاحب نے اہلِ حدیث کو ''غیر مقلد'' کے ناپسندیدہ لقب سے ملقب کر کے فتویٰ جاری کیا: ''غیر مقلد بہت طرح کے ہیں۔ بعضے ایسے ہیں کہ اُن کے پیچھے نماز پڑھنا خلاف احتیاط یا مکروہ یا باطل ہے۔ چونکہ پورا حال معلوم ہونا فی الفور مشکل ہے اس لئے احتیاط یہی ہے کہ اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے۔''

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۹ جواب سوال نمبر ۲۹۳)

اہلِ حدیث کو چاہئے کہ وہ صرف صحیح العقیدہ اماموں کے پیچھے نماز پڑھیں اور اپنی نمازوں کو فاسد، غیر مقبول اور باطل ہونے سے بچائیں۔

غالی اہلِ بدعت سے بغض رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھنا اس کے منافی ہے، نیز عرض ہے کہ اگر غالی مبتدعین اور ضالین مصلین کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے تو پھر اہلِ حدیث کو اپنی علیحدہ مسجدیں بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ سبحان اللہ!

(۱۰/ جولائی ۲۰۱۰ء)

محترم محمد زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ کے مضامین کی فہرست

حافظ زبیر علی زئی

مشہور تابعی امام مکحول الشامی رحمہ اللہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین و رضي اللّٰہ عن أصحاب خاتم النبیین و رحمۃ اللّٰہ علٰی ثقات التابعین و من تبعھم بإحسان إلٰی یوم الدین، أما بعد:

مشہور تابعی امام ابوعبداللہ مکحول بن ابی مسلم: ابی مسلم بن شاذل بن سندل بن سروان بن بزدک بن یغوث بن کسری الشامی الدمشقی الفقیہ الکابلی کابل (افغانستان) کے قیدیوں میں سے تھے، آپ کو غلام بنایا گیا اور بعد میں آزاد کر دیا گیا تھا۔ آپ کی بیان کردہ روایات درج ذیل کتابوں میں موجود ہیں:

صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، جزء القراءۃ للبخاری، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن الجارود یعنی المنتقیٰ، صحیح ابی عوانہ، مستدرک الحاکم، المختارہ للضیاء المقدسی اور مسند احمد وغیرہ

اساتذہ: آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۲: سیدنا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ (دیکھئے تاریخ یحییٰ بن معین، روایۃ الدوری: ۵۲۵۱)

۳: سیدنا ابوھند الداری رضی اللہ عنہ

(دیکھئے التاریخ الاوسط للبخاری ۱۴۶/۳ فقرہ: ۲۵۴، التاریخ الکبیر للبخاری ۲۱/۸ رقم ۲۰۰۸، سنن الترمذی: ۲۵۰۶)

۴: سعید بن المسیب رحمہ اللہ

۵: سلیمان بن یسار رحمہ اللہ

۶: اور شرحبیل بن السمط وغیرہم رحمہم اللہ

(دیکھئے تہذیب الکمال ۲۱۶/۷)

آپ نے سیدنا ابوامامہ (الباہلی) رضی اللہ عنہ سے حمص (شام) میں ملاقات کی۔

(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۶۲۶ وسندہ صحیح)

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱: حمید الطّویل

۲: عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی

۳: محمد بن مسلم بن شہاب الزہری الامام

۴: محمد بن اسحاق بن یسار امام المغازی

۵: اور یحییٰ بن سعید الانصاری وغیرہم رحمہم اللہ۔ (دیکھئے تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۱۷)

حنفیہ کے نزدیک معتبر کتاب الآثار لابن فرقد الشیبانی میں لکھا ہوا ہے:

" أبو حنيفة قال: حدثنا مكحول الشامي عن النبي ﷺ ... "

(کتاب الآثار عربی: ۸۱۷، اردو مترجم ص ۳۵۰ ح ۸۰۰، تیسرا نسخہ ص ۱۳۸)

جرح: آپ پر بعض کی جرح اور اس کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: ابن سعد کاتب الواقدی نے کہا: " **وقال غيره من أهل العلم: كان مكحول من أهل كابل و كانت فيه لكنة و كان يقول بالقدر و كان ضعيفًا في حديثه و روايته** " اور اہل علم میں سے اس کے علاوہ دوسرے نے کہا: مکحول کابل والے تھے، ان کی زبان میں لکنت تھی، وہ قدریہ (یعنی انکارِ تقدیر) کے قائل تھے، وہ اپنی حدیث اور روایت میں ضعیف تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۴۵۴)

یہ جرح دو وجہ سے مردود و باطل ہے:

اول: اس کا جارح (**غیرہ من اهل العلم**) مجہول ہے اور مجہول کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

دوم: یہ جرح جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف ہے اور جو جرح جمہور محدثین کی صریح توثیق کے خلاف ہو تو وہ ہمیشہ مردود ہوتی ہے۔

تقدیر (قدریہ) کے سلسلے میں عرض ہے کہ مکحول کے شاگرد امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی نے فرمایا: "**لم یکن مکحول قدریًا**"، مکحول قدری نہیں تھے۔

(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۶۳۷ وسندہ صحیح)

ابراہیم بن ابی عبلہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۲ھ) سے روایت ہے کہ میرے سامنے رجاء بن حیوہ (ثقہ تابعی رحمہ اللہ) نے مکحول سے پوچھا: مجھے پتا چلا ہے کہ تم نے تقدیر کے بارے میں کلام کیا ہے...؟ تو مکحول نے جواب دیا: "**لا واللّٰه ! أصلحك اللّٰه ، ما ذاك من شأني ولا قولي أو نحو ذلك ...**" نہیں اللہ کی قسم! اللہ آپ کو عافیت میں رکھے، میری یہ شان نہیں ہے اور نہ یہ میرا قول ہے، یا اس طرح کی بات انھوں نے کہی...

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲۸۰/۳۔۲۸۱ فقرہ: ۵۲۴۷ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام مکحول رحمہ اللہ پر قدری ہونے کا الزام غلط ہے۔

۲: ابن الجوزی نے انھیں مجروحین میں ذکر کیا اور دوسری جگہ فرمایا:

"**و کان عالمًا فقیهًا و رأی أنس بن مالك ...**"

اور آپ عالم فقیہ تھے، آپ نے انس بن مالک کو دیکھا ہے... (المنتظم ۲۴۷/۷ ت ۶۲۰)

☆ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا (محمد طاہر پٹنی نے کہا):

"امام ابوحاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ **لیس بالمتین** چنداں قابل اعتبار نہ تھے اور باوجود اس کے مدلس بھی تھے (قانون الموضوعات ص ۲۹۸)" (احسن الکلام ج ۲ ص ۸۷، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۹۷)

عرض ہے کہ محمد طاہر الفتنی گجراتی حنفی (پیدائش ۹۱۳ھ وفات ۹۸۶ھ) کی کتاب: قانون الموضوعات میں یہ عبارت درج ذیل الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

"**مکحول لیس بالمتین قاله أبو حاتم**" (ص ۲۹۸)

محمد طاہر پٹنی نے اپنی پیدائش سے صدیوں پہلے فوت ہو جانے والے امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ تک کوئی سند بیان نہیں کی، لہٰذا یہ بے سند حوالہ مردود ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۳ ص ۳۲۔۳۴

جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی پر آلِ دیوبند کا اس قسم کی غیر ثابت اور شاذ جرح نقل کر کے اُسے ضعیف قرار دینے کی کوشش کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ عدل وانصاف سے تہی دامن بلکہ بالکل ہی خالی ہیں۔

توثیق: اب مردود جرح کے مقابلے میں جمہور محدثین وعلماء کی توثیق پیشِ خدمت ہے:

۱) امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے امام مکحول الدمشقی کے بارے میں فرمایا: "**تابعي ثقة**" یعنی ثقہ تابعی ہیں۔ (التاریخ المشھور بالثقات: ۱۷۸۴، دوسرا نسخہ: ۱۶۲۸)

۲) ابن حبان البستی (انھوں نے مکحول کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور فرمایا:)

"**و كان من فقهاء أهل الشام و ربما دلّس ...**" اور آپ اہلِ شام کے فقہاء میں سے تھے اور بعض اوقات تدلیس (یعنی ارسال) کرتے تھے۔ (کتاب الثقات ج ۵ ص ۴۴۷)

قولِ مذکور میں تدلیس کا لفظ اصطلاحی معنوں میں نہیں بلکہ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ ابن حبان نے بشیر بن المہاجر کے بارے میں فرمایا: اس نے انس سے روایت کی اور اس نے آپ کو نہیں دیکھا، تدلیس کی ہے۔ (الثقات ۶/۹۸)

نیز دیکھئے الکواکب الدریہ (ص ۶۳ طبع جون ۲۰۰۷ء)

حافظ ابن حبان نے اپنی الصحیح (الاحسان) میں مکحول سے کئی روایتیں لی ہیں۔ مثلاً: دیکھئے ح ۲۱۴، ۴۸۲، ۶۲۶۔ ۶۲۷...

۳) امام مسلم نے صحیح مسلم میں اُن سے بطورِ حجت روایات لیں۔ دیکھئے: ح ۳۷۹ (ترقیم دارالسلام: ۸۴۲) ۹۸۲ (۲۲۷۴) ۱۹۱۳ (۴۹۳۸)

یہ امام مسلم کی طرف سے مکحول کی توثیق ہے۔

٤) علامہ نووی (متوفی ۶۷٦ھ) نے مکحول کے بارے میں فرمایا:

"**واتفقوا على توثيقه**" اور ان کی توثیق پر اتفاق (اجماع) ہے۔

(تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۱۱۴)

معلوم ہوا کہ ساتویں صدی ہجری میں مکحول کی توثیق پر اجماع ہو گیا تھا۔

۵) ابوسعید ابن یونس المصری (متوفی ۳۴۷ھ) نے کہا:

" **و كان فقيهًا عالمًا** "اور آپ فقیہ عالم تھے۔

(تاریخ الغرباء یعنی تاریخ ابن یونس ج ۲ ص ۲۳۶ رقم ۶۳۱)

٦) امام دارقطنی نے ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

" **كلهم ثقات** " اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۱۹ ح ۱۲۰۴)

اس روایت کی سند میں مکحول بھی موجود ہیں، لہٰذا وہ امام دارقطنی کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۷) امام مکحول کے شاگرد سلیمان بن موسیٰ القرشی الاشدق نے فرمایا:

" **و إن جاء نا من الشام عن مكحول قبلناه** " جب ہمارے پاس شام سے مکحول کی طرف سے (علم) آئے تو ہم اسے قبول کرتے ہیں۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ لیعقوب بن سفیان الفارسی ج ۲ ص ۴۰۴ وسندہ صحیح، تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۵۸۸ وسندہ صحیح)

۸) امام ترمذی نے مکحول کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں "حسن صحیح" کہا۔ (ح ۱۹۲)

اور فاتحہ خلف الامام والی حدیث کے بارے میں فرمایا: "حدیث حسن" (ح ۳۱۱)

یہ امام ترمذی کی طرف سے امام مکحول کی توثیق ہے۔

۹) امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں مکحول سے کئی روایتیں بطورِ حجت بیان کیں، مثلاً:

ح ۳۷۷، ۱۱۹۱، ۱۵۸۱...

۱۰) امام ابوعوانہ نے صحیح ابی عوانہ (المستخرج علیٰ صحیح مسلم) میں مکحول سے کئی روایتیں بیان کیں۔ مثلاً: ج ۱ ص ۲۳۷ ح ۷۹۴، ج ۱ ص ۳۳۰ ح ۷۴۵...

۱۱) حافظ ابن الجارود نے اپنی صحیح (المنتقیٰ) میں امام مکحول سے کئی روایتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً: ح ۱۶۲، ۳۲۱، ۳۵۵...

۱۲) حاکم نیشاپوری نے مکحول کی بیان کردہ حدیث کو "**صحيح الإسناد**" کہا۔

دیکھئے المستدرک ج ۲ ص ۸۰ ح ۲۴۲۲ (ووافقہ الذہبی)

۱۳) سعید بن عبدالعزیز التنوخی نے اپنے استاذ امام مکحول کے بارے میں فرمایا:

" كان مكحول أفقه من الزهري ... و كان مكحول أفقه أهل الشام "
مکحول زہری سے زیادہ فقیہ تھے...اہلِ شام میں سب سے زیادہ فقیہ مکحول تھے۔
(تاریخ ابی زرعہ الدمشقی:۲۹۱ وسندہ صحیح)

جمہور کی توثیق کے بعد فقیہ کا لفظ تعریف ہے، لہٰذا سعید بن عبدالعزیز کو مکحول کے موثقین میں ذکر کیا ہے اور اگر جمہور کی جرح ثابت ہو تو پھر فقیہ وغیرہ کے الفاظ توثیق نہیں ہوتے۔

امام سعید بن عبدالعزیز نے فرمایا: ہمارے ہاں مکحول اور ربیعہ بن یزید سے بہتر عبادت گزار کوئی نہیں تھا۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی:۶۲۳ وسندہ صحیح)

۱۴) امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "ما أعلم بالشام أفقه من مكحول "
مجھے شام میں مکحول سے بڑا فقیہ کوئی بھی معلوم نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۴۰۷/۸۔۴۰۸)

۱۵) امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا:
" العلماء أربعة :منهم مكحول بالشام " علماء چار ہیں: اُن میں سے شام میں مکحول ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۴۰۷/۸ وسندہ حسن، کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳۶۲/۲)

۱۶) حافظ ذہبی نے فرمایا: " صدوق إمام موثوق لكن ضعفه ابن سعد "
سچے امام (اور) توثیق شدہ ہیں، لیکن ابن سعد نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔
(معرفۃ الرواۃ المتکلم فیھم بمالا یوجب الرد:۳۳۸)

عرض ہے کہ ابن سعد کی جرح دو وجہ سے مردود ہے، جیسا کہ جرح کے تحت ثابت کر دیا گیا ہے:

۱: یہ جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔
۲: اس کا جارح ابن سعد نہیں بلکہ کوئی مجہول عالم ہے۔

حافظ ذہبی نے مکحول کی روایات کو صحیح قرار دیا۔ دیکھئے فقرہ:۱۲

۱۷) حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا:

" ثقة فقيه ، كثير الإرسال مشهور " (تقریب التہذیب:۶۸۷۵)

عرض ہے کہ ثقہ ثابت ہو جانے کے بعد "كثيــر الإرســال " کوئی جرح نہیں بلکہ راوی ثقہ ہو یا اوثق مرسل روایت ضعیف اور صحیح متصل روایت صحیح ہوتی ہے۔

۱۸) حافظ ابن کثیر نے فرمایا:

" تابعي جليل ، كبير القدر ، إمام أهل الشام في زمانه "

جلیل القدر اور عظیم تابعی ، اپنے زمانے میں اہل شام کے امام۔

(البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۱۴۶، وفیات ۱۱۳ھ)

۱۹) حافظ ابونعیم الاصبہانی نے مکحول کو اولیائے اہلِ سنت میں ذکر کیا اور فرمایا:

" و منهـم الإمـام الـفقيـه الصـائـم المهزول ، إمام أهل الشـام أبو عبد اللّٰه مكحول " اور اُن میں سے امام فقیہ روزہ دار دُبلے پتلے ، اہلِ شام کے امام ابوعبداللہ مکحول ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ۵/ ۱۷۷)

ابونعیم نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں مکحول سے روایات لیں۔

دیکھئے ۱/ ۴۸ ح ۳۳، ۲/ ۴ ح ۸۳۵، ۳/ ۶۰ ح ۲۲۴

۲۰) بیہقی نے مکحول کی سند سے ایک روایت کو "و هذا إسناد صحيح " کہا اور فرمایا:

" و رواته ثقات " اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (کتاب القراءت خلف الامام:۱۲۱)

بیہقی نے کہا:" فهذا حديث سمعه مكحول الشامي وهو أحد أئمة أهل الشام من محمود بن الربيع و نافع بن محمود ..." پس اس حدیث کو مکحول شامی نے -جو اہلِ شام کے اماموں میں سے ایک ہیں- محمود بن ربیع اور نافع بن محمود سے سنا ہے۔

(کتاب القراءۃ ص ۶۹ ح ۱۳۳)

۲۱) امام محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی نے کہا:" و مكحول إمام أهل الشام "

اور مکحول اہلِ شام کے امام ہیں۔ (تاریخ دمشق ۶۳/ ۱۵۸، وسندہ صحیح)

۲۲) ابن ناصر الدین الدمشقی نے کہا:

" **و کان مکحول فقیه أهل دمشق و أحد أوعیة الآثار... و کان رحّالاً فیما یستفید ، جوّالاً بما یفید ، قوّالا مما یجید** "
اور مکحول اہلِ دمشق کے فقیہ اور حفاظِ حدیث میں سے ایک تھے...علم حاصل کرنے کے لئے کثرت سے سفر کرنے والے، فائدے پہنچانے کے لئے بہت گھومنے والے (اور) عمدہ باتیں بہت زیادہ پہنچانے والے تھے۔ (التبیان لبدیعۃ البیان ج ۱ ص ۳۲۱۔۳۲۲ ت ۱۱۶، مفہوماً)

۲۳) خطابی نے مکحول کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا:
" **و إسناده جید لا طعن فیه** " اور اس کی سند اچھی ہے، اس میں کوئی طعن نہیں ہے۔
(معالم السنن ج ۱ ص ۲۰۵ طبع المکتبۃ العلمیۃ بیروت لبنان)

۲٤) ابن الملقن نے مکحول کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا:
" **هذا الحدیث جید** " یہ حدیث جید ہے۔ (البدر المنیر ج ۳ ص ۵۴۷)
ابن الملقن نے مکحول پر جرح کا جواب دیتے ہوئے کہا:
" **فإنه ثقة** " پس بے شک وہ ثقہ ہیں۔ (البدر المنیر ۳/ ۵۴۹)

۲۵) ضیاء مقدسی نے مکحول سے اپنی مشہور کتاب المختارہ میں روایات بیان کیں، مثلاً:
۳/ ۹۷ ح ۸۹۹۔۹۰۰، ۷/ ۲۲۷ ح ۲۶۶۶۔۲۶۶۸

۲٦) حسین بن مسعود بغوی نے امام مکحول کی بیان کردہ حدیث کو "**حسن غریب**" کہا۔
(شرح السنۃ ۵/ ۹۰۔۹۱ ح ۱۳۰۶)

نیز دیکھئے شرح السنۃ (۳/ ۲۸۲ ح ۷۵۵ وقال: **هذا حدیث حسن صحیح**)

۲۷) ابن مندہ (متوفی ۳۹۵ھ) نے مکحول کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا: " **هذا إسناد صحیح ...** " یہ سند صحیح ہے... (کتاب الایمان ۲/ ۹۱۵ ح ۹۹۹)

۲۸) ابن جریر الطبری نے مکحول کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں فرمایا:
" **و هذا خبر عندنا صحیح سنده ...** " اور ہمارے نزدیک اس خبر کی سند صحیح ہے...
(تہذیب الآثار تحقیق علی رضا ص ۳۶ ح ۲۲، طبع دار المامون للتراث، دمشق بیروت)

معلوم ہوا کہ ابن جریر کے نزدیک مکحول صحیح الحدیث یعنی ثقہ تھے۔

۲۹) احمد بن ابی بکر البوصیری (متوفی ۸۴۰ھ) نے مکحول کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں کہا: " **ھذا إسناد صحیح** " یہ سند صحیح ہے۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ ۳۷/۲ ح ۱۱۲۵۔۱۱۲۶)

۳۰) ابن عبدالبر نے مکحول کے بارے میں فرمایا: " **وھو من کبار التابعین** " اور وہ اکابر تابعین میں سے تھے۔ (التمہید ۱۲۲/۱۷)

نیز دیکھئے بدایۃ المجتہد (۱۵۵/۱، الفصل السادس فیما حملہ الامام عن المأ مومین)

ان کے علاوہ اور بھی کئی حوالے ہیں، مثلاً دیکھئے الفتوحات الربانیہ لابن علان (۱۹۳/۲) اور توضیح الکلام (ج ۱ص ۲۲۳، دوسرا نسخہ ص ۲۱۴)

☆ عینی حنفی نے مکحول کی ایک مرسل روایت کے بارے میں لکھا ہے:

" **إسنادہ صحیح وھو مرسل والمرسل حجۃ عندنا** " اس کی سند صحیح ہے اور یہ مرسل ہے اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے۔

(عمدۃ القاری ۳۰۲/۱۱ ح ۲۱۸۹ باب بیع الثمر علی رؤس النخل بالذھب والفضۃ)

یاد رہے کہ حنفیہ کے نزدیک مرسل اُس وقت حجت ہے جب قولِ ابی حنیفہ یا ان لوگوں کی خواہشاتِ نفسانیہ کے مطابق ہو، ورنہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ یہی لوگ مرسل کو حجت نہیں سمجھتے اور ترک کر دیتے ہیں۔

اس مضمون میں موثقینِ امام مکحول کے نام علی الترتیب درج ذیل ہیں:

ابن الجارود (۱۱)	ابن الملقن (۲۴)
ابن جریر طبری (۲۸)	ابن حبان (۲)
ابن حجر (۱۷)	ابن خزیمہ (۹)
ابن عبدالبر (۳۰)	ابن عمار (۲۱)
ابن کثیر (۱۸)	ابن مندہ (۲۷)

ابن ناصر الدین (۲۲)	ابن یونس (۵)
ابوحاتم الرازی (۱۴)	ابوعوانہ (۱۰)
ابونعیم اصبہانی (۱۹)	بغوی (۲۶)
بوصیری (۲۹)	بیہقی (۲۰)
ترمذی (۸)	حاکم (۱۲)
خطابی (۲۳)	دارقطنی (۶)
ذہبی (۱۶)	زہری (۱۵)
سعید بن عبدالعزیز (۱۳)	سلیمان بن موسیٰ (۷)
ضیاء المقدسی (۲۵)	عجلی (۱)
عینی (۳۱)	مسلم (۳)
نووی (۴)	رحمہم اللہ

جمہور محدثین اور علماء کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی امام مکحول التابعی رحمہ اللہ کی توثیق آپ نے پڑھ لی اور ثابت ہوگیا کہ اُن پر ابن سعد اور ابن الجوزی وغیرہما کی جرح مردود ہے۔

اب دل تھام کر آلِ دیوبند کا ایک حوالہ پڑھ لیں، جس کے نقل کرنے سے قلم کانپ رہا ہے:

الیاس گھمن کے چہیتے آصف لاہوری کی موجودگی میں اس کے ساتھی سفید ٹوپی والے دیوبندی نے ایک اہلِ حدیث طالب علم شعیب سے کہا:

''اور اسی طریقے سے مکحول اور نافع وہ مجہول ہے ان کا کوئی اتا پتا اِی کوئی نہیں حلال زادے تھے حرام زادے تھے کون تھے جھوٹے کذاب تھے کسی اسماء الرجال کی کتابوں میں سے کسی میں اس کا کوئی اتا پتا ملتا ہی نہیں''

حوالے کے لئے دیکھئے دیوبندیوں کی ویب سائٹ

www.alittehaad.org

(ویڈیو، مناظرے کے تحت تلاش کریں، فاتحہ خلف الامام پر آصف لاہوری کا شعیب سے مباحثہ)

تنبیہ: اس کی ویڈیو ہمارے پاس محفوظ ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہ حوالہ ہے جسے آلِ دیوبند نے اپنی ویب سائٹ پر علانیہ پیش کر رکھا ہے۔

اس خباثت بھری عبارت میں امام مکحول تابعی رحمہ اللہ اور سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کے بیٹے نافع بن محمود تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں انتہائی گندی زبان استعمال کی گئی ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آلِ دیوبند کے سینوں میں تابعین اور ائمۂ دین کے بارے میں نفرت ہی نفرت بھری ہوئی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے [بقولِ حنفیہ] استاذ امام مکحول کی توثیق ہم نے ثابت کر دی اور اب امام نافع بن محمود رحمہ اللہ کی توثیق پیشِ خدمت ہے:

۱: ابن حبان (کتاب الثقات ۵/ ۴۷۰)

انھوں نے نافع کو مشہور علماء میں ذکر کیا۔ (مشاہیر علماء الامصار ص ۱۱۷ رقم ۹۰۷)

۲: ذہبی قال: ثقة (الکاشف ۳/ ۱۷۴)

۳: دارقطنی قال: ثقة (سنن دارقطنی ۱/ ۳۲۰ ح ۱۲۰۷)

۴: بیہقی قال: ثقة (کتاب القراءت ص ۶۴ ح ۱۲۱)

۵: ابن حزم قال: ثقة (المحلی ۳/ ۲۴۱۔۲۴۲ مسئلہ ۳۶۰)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الصلوٰۃ الجہریہ (طبع جدید ص ۵۳۔۵۴)

کیا الکاشف اور الثقات اسماء الرجال کی کتابیں نہیں ہیں؟ کیا سنن دارقطنی اور کتاب القراءت حدیث کی کتابیں نہیں ہیں؟ اتنی زبردست توثیق کے بعد امام نافع اور امام مکحول کو گالیاں دینا (حرام زادے کہنا) بہت بڑی گستاخی ہے، جس کا ان لوگوں کو ان شاء اللہ حساب دینا پڑے گا اِلا یہ کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں۔

سنو! گستاخیاں کرنے والو! مرنے سے پہلے توبہ کر لو ورنہ سوچ لو کہ اللہ کے دربار میں کیا جواب دو گے؟!

(۹/ اگست ۲۰۱۰ء)

فہرست مضامین ماہنامہ ''الحدیث'' ۲۰۱۰ء

شمارہ:٦٨ جنوری ۲۰۱۰ء

شمارہ:٦٩ فروری ۲۰۱۰ء

شمارہ: ۷۰ مارچ ۲۰۱۰ء

شمارہ: ۷۱ اپریل ۲۰۱۰ء

شمارہ:۷۴ جولائی ۲۰۱۰ء

شمارہ:۷۵ اگست ۲۰۱۰ء

شمارہ:۷۸ نومبر ۲۰۱۰ء

نوٹ: دسمبر ۲۰۱۰ء (الحدیث: ۷۹) کی فہرست کے لئے دیکھئے یہی شمارہ (ص ا)

اعلان

فیصل خان بریلوی کی کتاب: ''مسئلہ ترک رفع یدین پر ... زبیر علی زئی کے اعتراضاتی مضامین کا جواب'' کے جواب کے لئے دیکھئے ''اَنوار الطریق فی ردظلمات فیصل الحلیق''

www.alhadithhazro.co.cc

www.ircpk.com